الٰہی! تو ہمارا پاسباں ہو

الٰہی! تو ہمارا پاسباں ہو ۔۔۔ ہمیں ہر وقت تو راحت رساں ہو
ترے بن زندگی کا کچھ نہیں لطف ۔۔۔ ہمارے ساتھ پیارے ہر زماں ہو
مصیبت میں ہمارا ہو مددگار ۔۔۔ ہمارے دردِ دل کا رازداں ہو
ہمیں اپنے لئے مخصوص کر لے ۔۔۔ ہمارے دل میں آ کر میہماں ہو
تجھے جس راہ سے لوگوں نے پایا ۔۔۔ وہ رازِ معرفت ہم پر عیاں ہو
ہماری موت ہے فرقت میں تیری ۔۔۔ ہمیشہ ہم پہ تُو جلوہ کناں ہو
ہمارا حافظ و ناصر ہو ہر دم ۔۔۔ ہمارے باغ کا تُو باغباں ہو
کرے اس کی اگر تُو آب پاشی ۔۔۔ تو پھر ممکن نہیں بیمِ خزاں ہو
ذلیل و خوار رُسوا ہو جہاں میں ۔۔۔ جو حاسد ہو عدو ہو بدگماں ہو
عبادت میں کٹیں دن رات اپنے ۔۔۔ ہمارا سر ہو تیرا آستاں ہو

خُدا نے دی ہے ہم کو کامرانی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ وَفَی الْاَمَانِیْ

اُمِّ محمود

ماہنامہ ربوہ

مدیر: منیر احمد جاوید

ستمبر ۱۹۸۲ء

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاستبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ ربوہ

خالد

جلد ۳۱ شمارہ ۱۱

تبوک ۱۳۶۳ ہش — ستمبر سنہ ۱۹۸۴ء
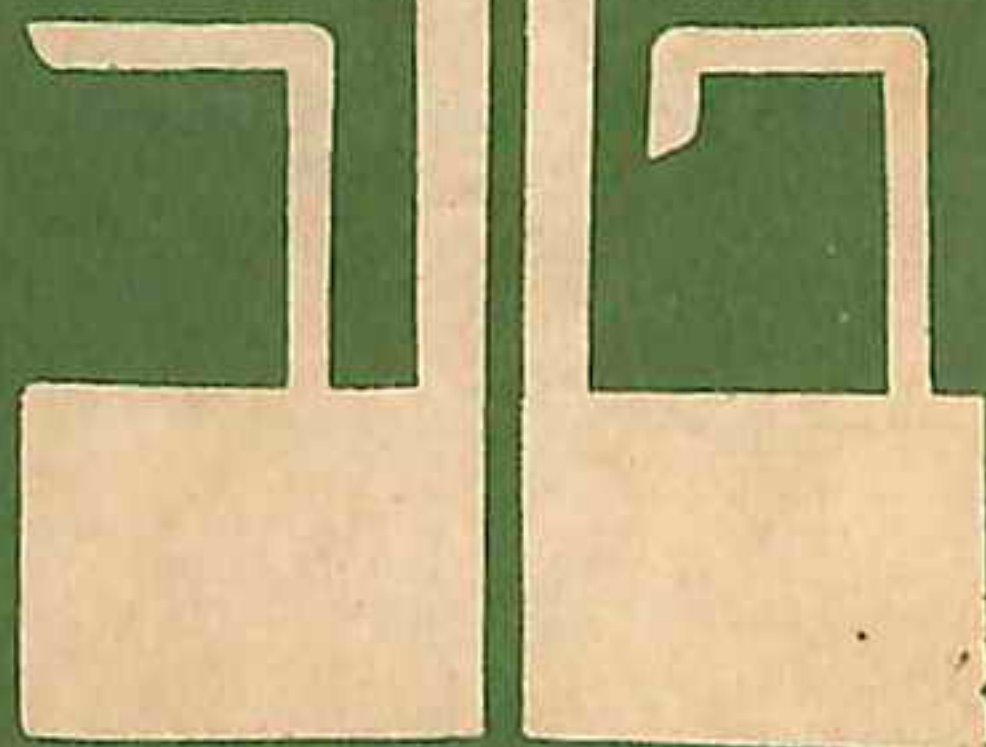
مدیر
منیر احمد جاوید

نائب مدیر
عبد السمیع خاں

معاونین
محمود احمد شاد، محمد عثمان
مشہود احمد

قیمت سالانہ: ۲۵ روپے
ماہانہ: ۲ روپے ۵۰ پیسے
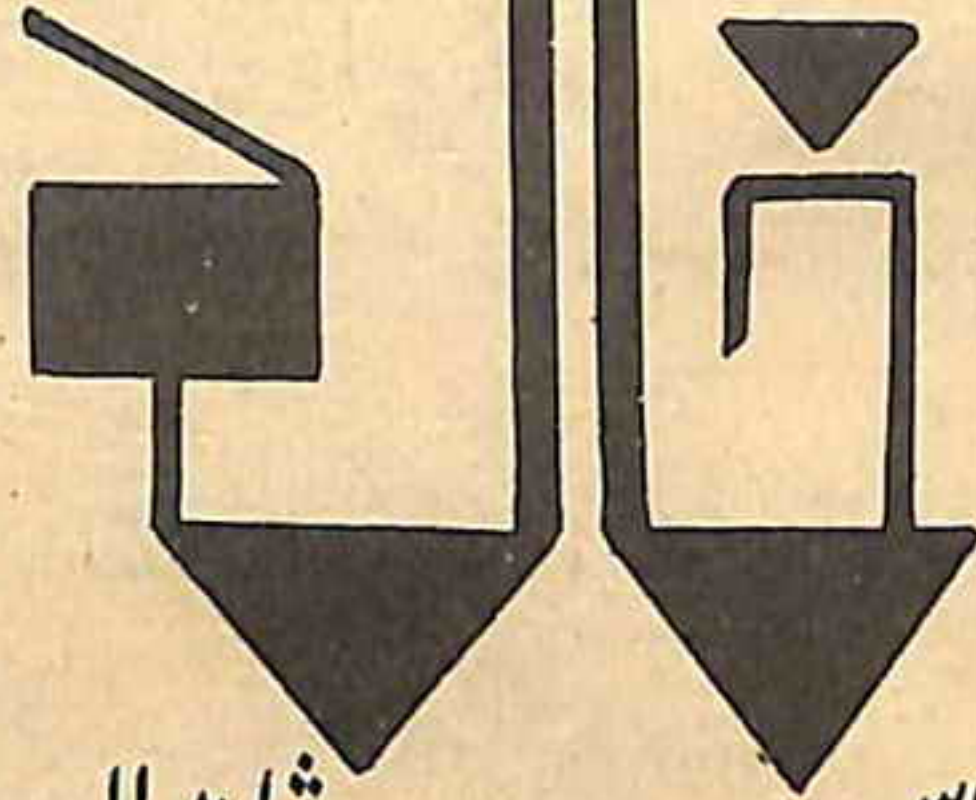
اس شمارے میں

پبلشر: مبارک احمد خالد
پرنٹر: سید عبد الحی
مطبع: ضیاء الاسلام - ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دار الصدر جنوبی - ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰
کتابت: حمید الدین - ناصر آباد - ربوہ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝

(النسآء : ۵۹)

اللہ یقیناً تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مستحقوں کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔ اللہ جس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہے یقیناً بہت ہی اچھی ہے۔ اللہ یقیناً بہت سننے والا دیکھنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المآئدہ : ۹)

اے ایمان دارو! تم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے لئے ایستادہ ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم انصاف کرو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی ہیں اللہ تعالیٰ اس دن انہیں اپنے سایہ میں لے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سب سے پہلا امام عادل ہے۔ (صحیح بخاری)

● حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور حضور پر گر گیا۔ حضورؐ نے اسے کھجور کی ٹہنی سے کچوکا دیا تو اس کا چہرہ زخمی ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ اور مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔

(سنن ابی داؤد۔ باب القود بغیر حدید)

● ایک بار مخزوم قبیلہ کی فاطمہ نامی عورت نے چوری کی۔ یہ عورت کوئی معمولی عورت نہ تھی۔ صحابہؓ کو خیال آیا کہ اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے مشورہ کیا کہ کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں سفارش کے لئے بھجوایا جائے۔ آخر یہ طے پایا کہ اسامہؓ حضورؐ کو سب سے پیارے ہیں انہیں بھجوایا جائے چنانچہ اسامہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے سُنا تو چہرہ مبارک غصّہ سے سُرخ ہو گیا آپؐ نے فرمایا اسامہ! کیا تو خدا کی مقرر کردہ سزا کے بارہ میں سفارش کرتا ہے یہ تو فاطمہ مخزومیہ ہے خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔ (بخاری۔ کتاب الحدود)

حضرت مسیح موعود سورہ مائدہ کی آیت ۹ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

● میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا یہ بہت مشکل اور فقط جوانمردوں کا کام ہے۔ اکثر لوگ اپنے شریک دشمنوں سے محبّت تو کرتے ہیں اور میٹھی میٹھی باتوں سے پیش آتے ہیں مگر ان کے حقوق دبا لیتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبّت کرتا ہے اور محبّت کے پردہ میں دھوکا دے کر اس کے حقوق دبا لیتا ہے مثلاً اگر زمیندار ہے تو چالاکی سے اس کا نام کاغذاتِ بندوبست میں نہیں لکھواتا اور یوں اتنی محبّت کہ اس پر قربان ہوتا جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اِس آیت میں محبّت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیارِ محبّت کا ذکر کیا کیونکہ جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچّائی اور انصاف سے درگذر نہیں کرے گا وہی ہے جو سچّی محبّت بھی کرتا ہے۔

(نور القرآن ۲ ص ۲۱)

● منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اس کی طبیعت کے لازمِ حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے قومی حمایت کا ایک جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے۔ سو اس حالت کو خُلق نہیں کہہ سکتے۔ یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حالت طبعی کوّوں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوّے کے مرنے پر ہزارہا کوّے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اس وقت داخل ہو گی جبکہ یہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقع پر ہو۔ اس وقت یہ ایک عظیم الشان خُلق ہو گا۔ س کا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے۔

(تقریر جلسۂ مذاہب ص ۵۵)

لہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

(المآئدۃ : ۹)

غزل

فرشتہ جانتا ہوں خود کو نے کافر سمجھتا ہوں
مَیں جیسا بھی ہُوں اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہُوں

فدا ہوں جس پہ رستے منزلیں جس کے قدم چُومیں
وہی اِک راہ بر ہے جس کو مَیں رہبر سمجھتا ہوں

مَیں عاشق ہُوں مجھے آتے نہیں آدابِ عیّاری
حدودِ مصلحت سے عشق کو باہر سمجھتا ہُوں

تیرے اِدراک سے بالا ہے میرا مرتبہ واعظ
کہ مَیں خود کو بڑی سرکار کا نوکر سمجھتا ہُوں

لگا ہے بولنے جس روز سے سونے کا گوسالہ
حریف سامری صورت کو جادوگر سمجھتا ہُوں

جو کہنا چاہتا ہے تُو اگرچہ کہہ نہیں سکتا
مگر پھر بھی تیری اس بات کو مضطر سمجھتا ہوں

جناب چوھدری محمد علی مضطرؔ

"اے قادر و توانا آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا"

اب آ مرے پیارے کشتی لگا کنارے
طوفاں میں بہہ نہ جائے یہ میرا آشیانہ

زندہ ہیں ہم خدایا اِک تیرے ہی سہارے
اپنی پناہ میں رکھنا اے خالقِ زمانہ

اپنے مسیح کی خاطر اے میرے پیارے مولیٰ
دُنیا کو آج پھر تُو تازہ نشاں دکھانا

یارب تیری سچائی ہر دل میں نُور بھر دے
بھٹکے ہوئے دلوں کو حق کی طرف جھکانا

مولیٰ ترا پیارا جب سے جُدا ہُوا ہے
افسردہ اور حزیں ہے ہر دل کا آشیانہ

ظلم و ستم کی راتیں اب جلد ختم کر دے
خوشیوں کا دن طلوع کر اے قادر و توانا

فتح و ظفر سے آئیں آقا مِرے پیارے
یاربّ عطا ہو ان کو پھر شانِ خسروانہ

مومن کی یہ دُعائیں مولیٰ قبول کرنا
سُن لے دُکھے دِلوں کی یہ عرض چاکرانہ

جناب خواجہ عبدالمومن۔ ربوہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر و استقامت کے پیکر

(محمود احمد شاد۔ ربوہ)

مذہب کی ہزاروں سالہ طویل تاریخ میں ایک بھی ایسا استثناء نہیں کہ کوئی شخص خدا کی طرف سے مامور ہو کر دنیا میں مبعوث ہوا ہو اور لوگوں نے اس کو انتہائی تکالیف نہ دی ہوں۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ ۔ (یٰسٓ : ۳۱)

ترجمہ:- ہائے افسوس (انکار کی طرف مائل) بندوں پر کہ جب کبھی بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں (اور تمسخر کرنے لگتے ہیں)۔

اس ظلم اور استہزاء کا سب سے بڑا نشانہ سب سے عظیم الشان نبی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بنائے گئے۔ کتنا اندھیر ہے کہ وہ جو سرورِ دو عالم تھا جس کی خاطر کائنات پیدا کی گئی تھی، جو مقصود و مطلوبِ حیات تھا اس حال میں مکّہ کی گلیوں سے گذرا کہ سر پر خاک اور راکھ پھینکی جاتی تھی۔ اتنی تکالیف اور اذیتیں پہنچائی گئیں اور اتنے مظالم کئے گئے کہ آج بھی ان کے تصوّر سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ صبر کے پیمانے اتنے بلند بھی ہو سکتے ہیں۔ آپؐ پر بے انتہا ظلم توڑے گئے لیکن آپؐ نے کبھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، دشمنوں کے لئے عفو و درگذر کے پیکر بنے رہے اور اپنے جانی دشمنوں کے لئے بھی دعائیں کیں۔

آپ کو عبادت سے روکا جاتا چنانچہ جب آپؐ عبادت کرنے لگتے تو آپ کو اذیتیں پہنچائی جاتیں۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کی طرف سے وارد کی جانے والی سختی کے بارے میں کچھ بتائیے تو انہوں نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اپنا کپڑا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال لیا یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دم گھٹنے لگا تب حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور کندھے سے پکڑ کر آنحضورؐ سے اسے دور

کیا اور کہا " اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ "
کیا تم ایک ایسے شخص کو صرف اِس لئے قتل کرتے ہو
کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ (بخاری کتاب بنیان
الکعبۃ باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
اور اِس واقعہ میں تو درندگی اپنی انتہا کو پہنچی
ہوئی نظر آتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے
اور بعض قریش آپؐ کے گرد جمع تھے عقبہ بن ابی معیط
اُونٹ کی اوجھری لے کر آیا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم (فداہ اَبی و اُمّی) کی پیٹھ پر رکھ دی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بوجھ کی وجہ سے سرِ مبارک
کو اُوپر نہ اُٹھا سکے۔ اتنے میں حضرت فاطمہؓ کو اطلاع
ہوئی وہ آئیں اور اوجھری کو پُشت سے اُٹھایا اور
حضورؐ کو دُکھ پہنچانے والوں کو بُرا بھلا کہا تب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ
الْمَلَاَ مِنْ قُرَیْشٍ " اے خدا قریش کے سرداروں
کو ہلاک کر دے یعنی ابوجہل ابن ہشام، عتبہ بن ربیعہ،
شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف۔ (حوالہ ایضاً)

اِس ظلم کی ایک اور داستان ربیعہ بن
عباد الدؤلیؓ سُناتے ہیں وہ کہتے ہیں مَیں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی المجاز میں لوگوں کے گھر جا جا
کر اُن کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف بُلاتے دیکھا
آپ کے پیچھے پیچھے ایک اور آدمی چل رہا تھا اور وہ
کہتا جاتا تھا اے لوگو! یہ تمہیں تمہارے آباؤ اجداد
کے دین سے متعلق دھوکہ دینا چاہتا ہے اس کی
باتوں میں نہ آنا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا یہ
کون ہے تو لوگوں نے کہا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے۔"
(السنن الکبریٰ الجزء التاسع کتاب
السیر باب مالقی النبی من اذی قومہ)

ایک دوسرے صحابی حضرت مالک بن کنانہؓ
بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو ذی المجاز میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے
دیکھا آپ فرما رہے تھے اے لوگو! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
کا اقرار کرو کامیاب ہو جاؤ گے مگر ابوجہل آپؐ پر
مٹی پھینکتا جاتا تھا اور کہتا تھا اے لوگو! یہ تمہیں
تمہارے دین سے ہٹا نہ دے یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے
معبودوں کو چھوڑ دو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف مُڑ کر بھی نہ
دیکھتے تھے۔
(مسند احمد بن حنبل جزء خامس صفحہ ۳۷۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان مصائب
اور مظالم پر صبر کیا اور اپنے غلاموں کو بھی صبر کی تعلیم
دی۔ دشمن نے آپؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن خدا
تعالیٰ نے آپؐ کو محفوظ رکھا۔ اور کئی قسم کی تکالیف
دی گئیں۔ آپؐ کے خلاف پراپیگنڈا کیا گیا۔ قریش نے
اسی پر بس نہیں کی بلکہ مکّہ کے اوباشوں اور خود سر
لوگوں کو اُکسایا کہ وہ جس طرح بھی ہو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرتے رہیں چنانچہ اس انگیخت
میں آکر شہر کے آوارہ مزاج لوگ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کے متعلق آپ کے سامنے بھی اور پیچھے طرح طرح کی بدزبانی کرتے رہتے تھے جس کی غرض سوائے دل دُکھانے اور اشتعال پیدا کر کے فساد برپا کرنے کے اَور کچھ نہ تھی۔ جو لوگ آپ کے پڑوس میں رہتے تھے ان کا یہ معمول تھا کہ آپ کے گھر میں پتھر پھینکتے، دروازے پر کانٹے بچھاتے، گھر کے اندر گندی اور بدبودار چیزیں لا کر ڈال دیتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کی وجہ سے عملاً کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ خوش ہو کر ہنستے اور قہقہے لگاتے۔

ایک دفعہ کسی شخص نے ایک نہایت گندی اور متعفن چیز آپ کے گھر میں پھینک دی آپ اسے خود اُٹھا کر باہر لائے اور فرمایا:

"اے بنو عبد مناف! یہ تم اچھا ہمسائیگی کا حق ادا کرتے ہو"

(تاریخ طبری بحوالہ سیرۃ خاتم النبیین حصہ اول صہ ۱۸۹)

مگر جن کانوں تک یہ آواز پہنچتی وہ شرافت کی اپیل کے لئے بالکل بہرے تھے۔ انہی دنوں میں قریش نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے محمدؐ کے مذمم یعنی بدنام اور مذمّت شدہ کہہ کر پکارا جاوے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک مکہ میں اس نام کا چرچا رہا اور قریش کو اتنی بھی شرم نہ آئی کہ یہ وہی شخص ہے جسے ہم اس کے دعویٰ سے پہلے امین اور صدوق کہہ کر پکارتے رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس فعل سے اطلاع ہوئی تو آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میرا نام تو محمدؐ ہے اور جو محمد ہو وہ مذمم کیسے ہو سکتا ہے۔ دیکھو خدا مجھے انکی گالیوں سے کس طرح محفوظ رکھتا ہے۔

(سیرۃ خاتم النبیین حصہ اوّل صہ ۱۸۹)

اِسی پر بس نہیں کی بلکہ آپؐ کو ہر قسم کی تکالیف دی گئیں۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو تین سال شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا اور انتہائی تکالیف پہنچائی گئیں۔ طائف کی بستی میں جو واقعہ ہوا وہ سُنکر آج بھی انسان لرز اُٹھتا ہے کہ انسان کی قوتِ برداشت اور حوصلہ اتنا بلند بھی ہو سکتا ہے کہ خدا کی خاطر وہ اتنے مظالم برداشت کرتا چلا جائے اور مظالم کی چکّی میں پستے چلے جانے میں ہی راحت محسوس کرے۔

چنانچہ طائف کی بستی میں جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے اوباش اور غنڈے آپ کے پیچھے لگ گئے اور گالیاں دیں اور پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ میرے محبوب آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لہو لہان کر دیا گیا آپؐ کے جُوتے خون سے بھر گئے مگر وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ ہم کس پر یہ مظالم کر رہے ہیں۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کے فلسفہ سے یہ لوگ نا آشنا تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ تو وجہِ تخلیق کائنات ہے مقصود و مطلوبِ موجودات ہے۔ پس وہ مظالم

کرتے گئے۔ ابھی آپؐ لہولہان تھے تو اسی وقت خدا کا فرشتہ آیا اور آپؐ سے کہا اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) آج خدا بڑا غضبناک ہے اگر آپ کہیں تو میں ان دو پہاڑوں کے درمیان اس بستی کو یوں پیس کر رکھ دوں کہ اس کا نام و نشان ہی مٹ جائے مگر ہمارے سیّد و مولیٰ نے جو مجسم رحمت تھے جھٹ جواب دیا نہیں، نہیں! ایسا نہ کرنا۔ یہیں بس نہیں کیا بلکہ آپؐ نے اپنے خدا سے دعا کی "اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" کہ اے خدا! تُو میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کس کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے کر رہے ہیں اس لئے تُو ان کو ہدایت دے۔ پس یہ تھا ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ۔ انتہائی مظالم کی حالت میں بھی آپ نے ہر قسم کی تکالیف اور اذیّتیں برداشت کیں مگر عفو اور صبر سے کام لیا۔ اسی وجہ سے بالآخر آپ فتحیاب ہوئے اور بڑے بڑے دشمن آپ کے قدموں میں گرائے گئے۔ یہی اُسوہ ہے جو زندگی کی علامت ہے، یہی اُسوہ ہے جو ہر تاریک دور میں متبعین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ یہی اُسوہ کامیابیوں کی ضمانت ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

غزل

ہم پہ ڈھائے گئے گو ستم پہ ستم
ہم سنوارا کئے وقت کے پیچ و خم

سمجھے انساں گر انساں ہر انسان کو
ساری دُنیا یہ بن جائے رشکِ ارم

کا مسجود واحد خُدا ہے
دوسروں نے تراشے ہزاروں صنم

یہی ہم میں اور ان میں نسبت فقط ہے
ان کو اپنا ہے اور ہم کو اُن کا ہے غم

آج لے کر ہی لوٹیں گے ہم ان سے کچھ
اپنا دامن ہے اور ان کا دستِ کرم

محمد صدیق امرتسری
ربوہ

نویدِ صبح

مکرم فضیل عیاض احمد صاحب مربّی سلسلہ احمدیّہ

آفتاب کی تمازت ـ صحرا کی تپش اور گرمی کا مہینہ ـــ وہ جبکہ انگور پک چکے ہوں ـــ ایسے میں ایک وجود ریگزار میں محوِ سفر ہے ـــ اس کا خون بہہ رہا ہے ـــ اتنا کہ پنڈلیوں سے بہہ کر جوتے بھی بھر چکے ہیں۔ چلنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ ناگاہ اس کی نگاہ رہگزر سے پرے ایک سبزہ زار پر پڑتی ہے۔ یہ انگوروں کا باغ ہے۔ زخمی اپنے ہمراہی کے ساتھ باغ کے سائے میں پناہ گزیں ہوتا ہے تو باغ کا مالک اپنے غلام کے ہاتھ اس کی تواضع کے لئے ایک خوشہ انگوروں کا بھیجتا ہے۔ "وہ زخمی" جس کا چہرہ نورِ فراست سے درخشندہ اور جبیں نورِ خدا کی لمعان سے رخشندہ ہے اس غلام سے سوال کرتا ہے کہ ذرا بتا تو سہی تو کون ہے اور تیرا وطن کونسا ہے غلام جواب دیتا ہے کہ عداس میرا نام ہے اور نینوہ کی سرزمین میرا مسکن ہے۔ زخمی اپنے زخموں کی تکلیف کو بھلا کر یکایک بول اٹھتا ہے کہ "اچھا اچھا وہی نینوہ جو میرے بھائی یونس بن متیؑ کی سرزمین ہے"۔ غلام حیران ہوتا ہے۔ مجسّم سوال بن جاتا ہے ـــ تو اُدھر سے علم و عرفان کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ غلام کا دل گداز ہوتا ہے اور وہ شرک و صنم پرستی کی ظلمتوں سے نکل کر توحید کی گھنی چھاؤں تلے آ جاتا ہے۔

اہلِ دل متعجب، اہلِ دانش انگشت بدنداں، زیرک و دانا حیران ہوں گے کہ طائف کی بستی سے لوٹنے والے اس زخمی کا جرم کیا تھا کہ اس کو لہو میں نہلایا گیا؟ وہ کونسی بات تھی جس نے اس کو مقہور قرار دے کر نفرت کی گہرائیوں میں پھینک دیا؟ وہ کونسا فعل تھا جس سے اس پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے گئے کہ ہر طرف سے شقاوت بھری، تعصّب سے پُر اور نفرت کی ملی جلی آوازیں سُنائی دینے لگیں؟

اس کی قوم کہتی تھی یہ وہ شخص ہے جس نے ہمارے آباء و اجداد کے مسلمات کے خلاف آواز اُٹھائی۔ ہم نے تو اپنے سلف سے ایسا کبھی نہ سُنا تھا کہ خدا یعنی اعلیٰ و برتر ہستی بندوں سے بھی کلام کر سکتی ہے۔ ہم نے تو ایسا قول کسی بزرگ، دانا کی کتابوں میں نہیں پڑھا۔ یہ تو اس مذہب کی

بیخ کنی کرنے لگا ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد
کو پایا ـــــ اور پھر یہ تصوّرات، یہ سوچیں ان کو
پاگل کرنے لگیں۔ اس زخمی کو صرف جسمانی اذیّتوں
کی سُولی پر نہ لٹکایا گیا بلکہ اس کی رُوح کو بھی اپنی
باتوں کے تیروں سے چھلنی کرنے کی کوشش کی جاتی
رہی۔ وہ گلیوں سے گزرتا تو اس پر طنز کے تیر برسائے
جاتے۔ اس کو طعن و تشنیع سے نوازا جاتا۔ اگر کہیں
وہ توحید و وحدانیت کا پیغام دینے کی کوشش کرتا
تو اس پر پتھراؤ کیا جاتا۔ مکّہ کو آنے والے راستوں
پر ایسے افراد متعیّن ہوتے جو کہتے کہ وہاں جاؤ تو
سہی لیکن محمد نام کا ایک شخص ہے اس کی باتیں نہ
سُننا۔ وہ جادوگر ہے، وہ شاعر ہے، وہ مجنوں
ہے۔ اور پھر کبھی یہ اعلان کیا جاتا کہ محمدؐ اور اسکے
ساتھیوں کا سوشل بائیکاٹ کر دو۔ ان سے کوئی
تعلق نہ رکھے۔ جو کوئی توحید کی آواز بلند کرنے لگتا
اس کے بیوی بچے چھین لئے جاتے۔ ان کے گھروں
کو جلانے کی کوششیں ہوتیں۔ ان کو طرح طرح کی
ایذائیں دی جاتیں۔ ان کو نام رکھنے کے حق سے محروم
کیا جاتا۔ کہا جاتا کہ تمہارا کیا حق ہے ہم اکثریت میں
ہیں ہمارا فیصلہ ہے کہ تم بے دین ہو تم اپنے ایمان
سے ہٹ کر ایک نئے راستے پر چل نکلے ہو تم کو کوئی
حق حاصل نہیں کہ تم اپنے نام خود رکھو اور اپنی
مرضی کی زندگی گزارو۔ تم کو ہماری رضا پر چلنا ہوگا
تم بلند آواز سے خدا کا نام نہ لے سکو گے کہ اس
طرح ہمارا ایمان جاتا ہے۔ ہمارے بھولے بھالے
اور سادہ دل لوگوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے۔ تمہاری
صدا سوز سے بھری ہے اور تمہاری آہوں میں
آتشِ صدق پنہاں ہے۔ تم اپنی آوازوں کو اپنے
سینے میں دبا کر رکھو کہیں ہم بھی اس کی لپیٹ میں
نہ آجائیں۔ اور صرف یہی نہیں۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ
اس داعی اِلی اللہ کے چراغِ زندگی کو گل کرنے کی کوششیں
بھی کی گئیں۔ اور تمام قبائل کے لوگ متحد ہوئے۔
تجاویز ہوئیں، پلان بنا اور پھر کہا گیا کہ اس
مذہب کی بنیاد، اس کی جڑ یہ شخص ہے اس کو گرفتار
کرو، اس کو مار دو۔ تب خدا کا ہاتھ دستگیر ہوا
اور اسے اپنے مسکن کو چھوڑنے کی ناپسندیدگی
کے باوجود اِذنِ ہجرت عطا کر گیا۔ چنانچہ صبحِ صادق
کے وقت وہ طاہر و مطہّر وجود اپنے ایک جان نثار
کے ہمراہ اپنی مقدس بستی پر محبت سے لبریز حسرت بھری
نگاہیں ڈالتے ہوئے، سلام کرتے عازمِ مدینہ ہوا
ہاں اُسی یثرب کی طرف جو بعد میں مدینۃ النبیؐ کہلایا
جہاں کے چند لوگ ہی ابھی سایۂ توحید میں آئے
تھے۔ مدینہ میں ایک نئی صبح کا آغاز ہوا۔ ہاں وہ
صبح جس کے آغاز کی نوید "وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ"
کے الفاظ میں اور جس کی خبر "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ
وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" میں دی گئی تھی۔

پس یہ نویدِ صبح تھی جس کی کرن ہجرت کے سفر
سے پھوٹی، وہ سفر جو رات کی تاریکی میں شروع ہوا
تھا تقدیرِ الٰہی سے چند ہی سالوں میں اجالوں کا
امین بن گیا۔ ایسے اجالوں کا پاسبان کہ حضرموت

سے صنعاء تک اکیلی عورت اونٹنی پر عازمِ سفر ہوتی تو اس کو سوائے قدرتی آفات کے کسی کا ڈر نہ ہوتا۔ یہ سفر جو ایک تاریک رات میں شروع ہوا اپنے ساتھ نور کے ایسے دھارے بہا لایا کہ جس کی ایک ایک کرن نے صدیوں کو منور کر دیا۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جب بھی ظلمتیں سر اٹھانے لگتی ہیں اور اکثریت ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو ان ظلمتوں کے اندر سے ہی ایسی کرنیں پھوٹا کرتی ہیں جو ہر گمراہی اور ضلالت کو اپنے صدق وصفا اور صبر و رضا کے ضوفشاں نور اور حق وصداقت کے حسین و دلکش رنگوں سے آراستہ کر دیا کرتی ہیں۔

یہ داستان، یہ کہانی، یہ حقیقت افروز جدّ و جُہد خدا کی خاطر دکھ اٹھانے والی قوموں کے لئے نویدِ صبح اور نداء الظفر کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ جانتے تھے کہ ظلمتِ شب سے ہی نور کی کرنیں پھوٹا کرتی ہیں۔ سنگلاخ چٹانوں سے ہی شیریں اور مصفّا پانی کے چشمے پھوٹا کرتے ہیں۔

خالص اور خوشگوار دودھ خون اور گوبر کے درمیان ہی سے تیار ہوا کرتا ہے۔

وہ اِس یقین پر قائم تھے کہ ایک نہ ایک دن تو اس ظلم کی مخالف صدا عرش کو ہلائے گی اور پھر اس ظلم کے پہاڑ سے عدل و انصاف کا چشمہ ضرور پھوٹے گا اور جور و جفا کے پُر ستم اور خارزار راستے ایک روز محبت و الفت کے پھولوں سے ڈھکے ہوں گے اور چاہت و محبت کی شمعیں فروزاں ہوں گی۔ اور یہ وہ وقت ہوگا کہ جب ہر طرف سے صرف ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہوگی اور ایک ہی آواز ہوگی جو قریہ قریہ بستی بستی پھیل رہی ہوگی اور دنیا اُحد اُحد کی صداؤں سے گونج رہی ہوگی۔ یہ صبح پہلے بھی آچکی ہے۔ یہ یقین اُس صبح کی بھی نوید ہے جو کل طلوع ہونے والی ہے۔ اے کاش، اے کاش کہ یہ صبح جلد طلوع ہو۔

مخلوقِ خدا کی ہمدردی

حضرت مولوی جلال الدین صاحب (جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھی تھے) کو مخلوق کی ہمدردی کا اتنا خیال تھا کہ ایک دفعہ آپ نے ایک رئیس زمیندار کا علاج کیا تو اس نے اچھا ہونے پر آپ سے کہا کہ اس علاج کے معاوضہ میں آپ مجھ سے پچیس ایکڑ زمین لے لیں یا میرے پاس سانپ کاٹے کا ایک مجرّب نسخہ ہے وہ لے لیں۔ تو آپ نے اپنے ذاتی فائدہ پر مخلوق کے فائدہ کو ترجیح دی اور زمین کی بجائے وہ نسخہ حاصل کر لیا اس نسخہ سے آپ نے بہت لوگوں کا علاج کیا اور مخلوقِ الٰہی کو فائدہ پہنچاتے رہے۔

(حیاتِ قدسی جلد ۲ صفحہ ۳)

اپالو ائیرکنڈیشننگ کمپنی

ائیرکنڈیشننگ انجنیئرز اینڈ کنٹریکٹرز

APOLLO AIRCONDITIONING CO.

AIRCONDITIONING ENGINEERS & CONTRACTORS.

فون نمبر ۴۳۵۲۴۵

ائیرکنڈیشن - ریفریجریٹر - نیز کار کے ائیرکنڈیشن کی مرمّت اور خرید و فروخت کا کام نہایت تسلّی بخش ہوتا ہے۔

آفس ائیرکنڈیشن پلانٹ کی نہایت عمدہ دیکھ بھال کا فریضہ بھی ادا کیا جاتا ہے ہمیں خدمت کا موقع دیں۔ ہمارا نام ہی پائیدار کام کی ضمانت ہے۔

طالبِ دعا

اخلاق احمد

717-C. CENTRAL COMMERCIAL AREA P.E.C.H.S. KARACHI 29

طب کے معجزات

مرتبہ: تنویر احمد اختر۔ ربوہ

......اور مُردہ جی اُٹھا

(۱)

ابوالحسن بن سنان الصابئی کہتے ہیں :۔

"میرے ایک بزرگ نے مجھے یہ حکایت سُنائی کہ ایک دفعہ ہمارا دادا ثابت بن قرۃ شاہی محل کی طرف جا رہا تھا کہ ایک گھر کے پاس رونے دھونے کی آواز سُنی۔ وہیں ٹھہر گیا اور پوچھنے لگا کہ آیا وہ قصاب جو اس دکان میں بیٹھا کرتا تھا مر گیا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں، کل دفعتاً چل بسا۔ ثابت کہنے لگا وہ نہیں مرا۔ مجھے اس کی میّت تک لے چلو۔ قصاب کے گھر جا کر عورتوں کو رونے پیٹنے سے منع کیا اور نرم سی غذا تیار کرنے کی ہدایت کی۔ پھر ایک غلام کو کہا کہ قصاب کے ٹخنوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کرو۔ ہاتھ اُس کی نبض پر رکھ لیا اور کچھ دیر کے بعد ٹھہرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک پیالہ منگوایا بغل سے دوا کی ایک شیشی نکالی، تھوڑی سی دوا پانی میں ملا کر قصاب کے مُنہ میں انڈیل دی اور قصاب پی گیا۔ ہر طرف شور مچ گیا کہ مُردہ جی اُٹھا۔ طبیب بمشکل شاہی دروازے تک پہنچا تھا کہ قصاب نے آنکھیں کھول لیں۔ اسے وہ نرم غذا کھلائی گئی۔ طبیب واپس آ کر کچھ دیر قصاب کے پاس بیٹھا باتوں میں مشغول تھا کہ اُدھر سے شاہی پیادے حکیم کو بُلانے کے لئے آ پہنچے۔ حکیم شاہی محل کو چل دیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم قصرِ شاہی تک ساتھ گیا۔ جب خلیفہ کے سامنے پہنچا تو خلیفہ پوچھنے لگا ثابت! آج تم نے کمال کر دیا۔ اصل معاملہ کیا تھا۔ ثابت کہنے لگا جہاں پناہ! بات یہ ہے کہ مَیں جب بھی قصاب کی دکان کے پاس سے گزرتا تو دیکھتا کہ وہ بکرے کا دل چیر کر اور کچھ نمک چھڑک کر کھا رہا ہے۔ مَیں اس کی اِس حرکت سے نفرت تو کرتا تھا لیکن روکنے کی ضرورت نہ سمجھتا تھا آخر مجھے یقین ہو گیا کہ اس پر مکمل سکتے کا حملہ ہو گا۔

مَیں چند روز سے اس حملے کی علامات دیکھ رہا تھا اِس لئے دوا کی ایک شیشی ہر وقت پاس رکھتا تھا۔ آج جب اس کی دکان پر سے گذرا اور رونے پیٹنے کا شور سُنا تو پوچھا کہ کیا قصاب مر گیا ہے۔ لوگوں نے کہا جی ہاں کل اچانک مر گیا۔ مَیں جھٹ سمجھ گیا کہ سکتے کا شکار ہوا ہے۔ مَیں اندر گیا اور نبض دیکھی تو بند تھی مَیں نے ایک غلام کو ہدایت کی کہ اِسکے ٹخنے پر چند ایک ضربیں لگائے تاکہ نبض میں کچھ حرکت پیدا ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر مَیں نے اس کے مُنہ میں دوا ڈال دی۔ کچھ دیر

کے بعد اُس نے آنکھیں کھول لیں اور اسے نرم غذا کھلائی گئی۔ آج رات وہ تیتر کے شوربے سے روٹی کھائے گا اور کل اُٹھ کر چلنے پھرنے لگ جائیگا۔"

(حکمائے عالم (اردو) از علی بن یوسف القفطی صـ ۱۸۳)

(۲)

عیسیٰ بن الحکم کہتا ہے کہ :-

"ایک دن مَیں اپنے والد کے ہمراہ دمشق میں ایک جراح کی دکان سے گزر رہا تھا کہ ایک ہجوم پہ نظر پڑی۔ لوگوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا اور چلّانے لگے۔ راہ چھوڑ دو کہ الحکم اپنے بیٹے کے ہمراہ آرہے ہیں۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جراح نے ایک آدمی کی فصد کھول رکھی ہے۔ کئی رگیں کٹی ہوئی تھیں اور خون ہے کہ تھمنے میں نہیں آتا۔ جرّاح مکڑی کے جالے، لید اور نمدے کے ٹکڑے وغیرہ سب استعمال کر رہا ہے لیکن بے نتیجہ۔ مَیں نے والد سے کہا کہ آپ ہی اس غریب کی کچھ مدد کریں۔ میرے والد نے بُھنا ہوا پستہ منگوایا چھلکا اُتار لیا اور مغز پھینک دیا آدھا چھلکا زخم پر رکھ کر ایک مضبوط پٹی سے کس کر یوں باندھا کہ شدّتِ درد سے مریض کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر اُسے ایک نہر پہ لے گئے وہاں مریض کو کنارے پہ لٹا دیا اور اُس کا بازو زخم تک پانی میں ڈلوا دیا۔ نگرانی کے لئے اپنے دو شاگرد مقرر کر دیئے اور انہیں ہدایت کی کہ نماز کے وقت کے علاوہ اس کا ہاتھ پانی سے نہ نکالا جائے ہاں اگر موت کا خطرہ پیدا ہو جائے تو صرف چند لمحات کے لئے ہاتھ باہر نکالا جائے و بس۔

شام تک تو وہ نہر پہ رہا اس کے بعد مریض کو اُٹھوا کر اس کے مکان پہ پہنچا دیا اور ہدایت کر دی کہ پانچ دن تک یہ پٹی بندھی رہے۔

چوتھے دن جب بازو بہت سُوج گیا اور تکلیف بڑھ گئی تو پٹی کو ذرا ڈھیلا کر دیا اور ساتھ ہی کہا "موت ورم سے زیادہ بُری چیز ہے"۔ پانچویں روز پٹی کھولی گئی وہ چھلکا جائے زخم پہ چپکا ہُوا تھا الحکم کہنے لگا "تم اِس چھلکے کی بدولت موت سے بچے ہو اور یاد رکھو کہ جب تک یہ چھلکا خود نہ الگ ہو جائے اسے اتارنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے"۔ ساتویں دن چھلکا علیحدہ ہو گیا اور نیچے چھلکے کے سانچے میں ڈھلا ہُوا خشک خون نظر آیا۔ الحکم نے پھر تنبیہہ کی کہ اس خون کو چھیڑنے یا کُھرچنے کا نتیجہ موت ہوگا۔

الغرض چالیس دن کے بعد یہ خون گوشت میں تبدیل ہو گیا اور مریض بالکل اچھا ہو گیا"۔

(ایضاً صـ ۲۶۱)

(۳)

"ایک دفعہ بغداد کا ایک متوسط الحال آدمی حکیم ہبۃ اللہ بن ملکا ابوالبرکات کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے عرصے سے کھانسی کی شکایت ہے اور کوئی دوا مفید نہیں بیٹھتی۔ اس روز حکیم سُرخ رنگ کا ایک اطلسی چغہ پہنے تھا جو سلجوقی فرماں روا نے اسے عطا کیا تھا۔ حکیم نے مریض کو پاس بٹھا لیا اور کہا کہ

اب اگر کھانسی آئے تو زمین پر نہ تھوکنا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مریض نے کھانسنا شروع کیا تو حکیم نے چغے کا دامن بڑھا کر کہا اس میں تھوکو۔ مریض پہلے تو گھبرایا لیکن طبیب کے مکرّر حکم سے مجبور ہو کر تھوکنا پڑا۔ حکیم نے تھوک کو رگڑا اور پھر حکم دیا کہ اس درخت سے ایک نارنج توڑ کر مریض کو کھلاؤ۔ مریض کہنے لگا "جناب والا! یہ کھٹی چیز ہے اس کے کھانے سے مَیں مَر جاؤں گا"۔ حکیم نے کہا "اِسی میں تمہاری صحت ہے" چنانچہ وہ کھا گیا۔ دوسرے دن پھر حکیم کے پاس آیا اور بتایا کہ رات بھر جاگتے کٹی اور کھانسی سے دم بھر سکون نہ ملا۔ حکیم نے کہا کہ اسے ایک اور نارنج کھلاؤ۔ مریض کہنے لگا "حضور مجھے گزشتہ رات نارنج نے بے حد تکلیف دی ہے اور اگر آج پھر کھا بیٹھا تو موت یقینی ہے"۔ حکیم نے کہا "تمہاری دوا یہی ہے" چنانچہ اسے کھانا پڑا۔ دوسری صبح آکر کہنے لگا "رات نہایت اچھی گذری ہے کھانسی کا نام و نشان تک نہ تھا"۔ حکیم نے کہا "بس آج کے بعد نارنج نہ کھانا ورنہ مر جاؤ گے"۔

مریض کے جانے کے بعد لوگوں نے حقیقت پوچھی تو کہا کہ مَیں نے اِس کے تھوک کو اس ملائم ریشمی کپڑے میں رگڑا تو معلوم ہوا کہ تھوک میں تل چھٹ یا چھلکا نہیں ہے بلکہ صرف لیس دار بلغم ہے (بلغم میں چھلکا اُس وقت ہوتا ہے جب سینے اور پھیپھڑوں میں زخم ہو چکے ہوں اور اس کا علاج آسان نہیں) جو سانس اور پھیپھڑے کی نالیوں میں جما ہوا ہے چنانچہ مَیں نے نارنج کھانے کا حکم دیا جب دوسرے روز اس نے زیادہ کھانسی کی شکایت کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ نارنج بلغم کو نالیوں سے نکال رہا ہے چنانچہ ایک اَور نارنج کھلا دیا جس سے مکمل شفا ہو گئی۔ اب اگر اُسے مَیں اَور نارنج کھانے کی اجازت دے دیتا تو مرض زدہ ہوائی نالیوں کو کھٹاس سے نقصان پہنچتا اور وہاں زخم ہو جاتے"۔

(ایضاً ص ۴۴۵)

(۴)

ایک مرتبہ ابراہیم بن مہدی، رَقّہ (الجزیرہ کا ایک شہر) میں سخت بیمار ہو گیا۔ ہارون الرشید نے حکم دیا کہ ابراہیم کو بغداد میں اُس کی والدہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ ان دنوں بختیشوع مہدی کا معالج خاص تھا۔

جب ہارون الرشید سفر سے بغداد میں واپس آیا تو ابراہیم کو نہایت بُری حالت میں پایا۔ سُوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا۔ چربی پگھل چکی تھی۔ ہر طرف مایوسی چھائی ہوئی تھی اور بخار نہایت تیز تھا۔ ابو قریش کہنے لگا کہ مَیں ابراہیم کا یوں علاج کروں گا کہ وہ میرے جانے سے پہلے ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کوتوال کو بُلا کر کہا کہ تین موٹے موٹے چُوزے منگواؤ اور انہیں ذبح کر کے صاف کئے بغیر کل تک کہیں لٹکا دو دوسرے دن ابو قریش برف میں لگے ہوئے تین ہندوانے لے کر ابراہیم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ نوش فرمائیے۔ ابراہیم نے کہا "آپ کھانے کو کہتے ہیں

اور بختی شروع مجھے ہندوانوں کی بُو تک نہیں سُونگھنے دیتا "اُس نے کہا یہ تو کھانے ہی پڑیں گے۔ چنانچہ ابراہیم نے ایک پھانک کھائی۔ حکیم نے دوسری پھر تیسری دی یہاں تک کہ یہ دو ہندوانے کھا گیا۔ تیسرا ہندوانہ چیرنے کے بعد کہنے لگا کہ پہلے دو ہندوانے تو لذّت کی خاطر تھے اب یہ تیسرا الغرض علاج ہے۔ اِس کے بعد ایک طشت لانے کا حکم دیا اور معًا ابراہیم کو قے شروع ہو گئی۔ جو کچھ کھایا تھا اُس سے چار گُنا باہر آ گیا۔ سخت زرد رنگ کی صفراوی قے تھی۔ اس کے بعد ابراہیم پر گرم کمبل ڈال دئے گئے۔ اسے بعد پسینہ آیا۔ ظہر کے وقت بیدار ہُوا تو بھوک سی محسوس ہوئی۔ حکیم نے وہ تین بُھنے ہوئے چوزے منگوائے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور سو گیا۔ غروبِ آفتاب سے ذرا پہلے بیدار ہُوا تو بیماری کا نشان تک نہ تھا۔ اسکے بعد پھر کبھی اس مرض کا حملہ نہ ہُوا۔

(ایضاً ص ۵۵۹، ۵۶۰)

جنّت کا وارث

حضرت مولوی جلال الدین صاحب کی نظر موتیا کی وجہ سے خراب ہو گئی تو آپ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ حضور نے آپ کے لئے اور دو اَور دوستوں کے لئے جو اسی عارضہ سے بینائی کھو چکے تھے دعا کی۔ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ حضور کو اس دعا کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ دعا مولوی صاحب کے حق میں تو قبول نہیں ہوئی مگر دوسرے دو افراد کے لئے قبول ہو گئی ہے۔ حضور نے مولوی صاحب کو اس منشائے ایزدی سے مطلع فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی دونوں آنکھوں کی بینائی کھو جائے اور وہ خدا کے لئے صبر کرے تو خدا تعالیٰ اسے جنّت کا وارث بناتا ہے۔

اِس کے بعد اگرچہ مولوی صاحب کے بعض دوستوں اور بعض رشتہ داروں نے کئی دفعہ اپریشن کرانے کے لئے کہا مگر آپ نے حضور کے ارشاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو سامنے رکھتے ہوئے فوت ہونے تک آنکھوں کا علاج نہیں کرایا اور نہایت صبر و استقلال سے اس تکلیف کو برداشت کرتے رہے۔

(حیاتِ قدسی جلد ۲ ص۷)

جناب سلطان احمد مبشر ربوہ

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

آسمان و زمین کی پیدائش میں اور دن اور رات کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے کئی نشان موجود ہیں۔

اس آیت پر غور کرنے سے ہمیں سورج اور چاند ستارے بھی ایک عجوبہ نظر آتے ہیں اور سمندر و دریا بھی۔ غرضیکہ آسمان، چوپائے، درخت سب کے سب عجائبات میں سے ہی ہیں۔ خود انسان کی پیدائش بھی ایک عجوبہ سے کم نہیں۔ کس طرح وہ رحمِ مادر میں پرورش پاتا ہے اور کس طرح اس کے مختلف اعضاء کی نشوونما ہوتی ہے۔ ایک عجوبہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ صرف اس کے لئے ایک علیحدہ علم EMBRYOLOGY کے نام سے موسوم ہے۔ اس وقت مجھے ان عجائباتِ عالم کا ذکر کرنا ہے جو انسان کے ہاتھوں تعمیر ہوئے اور اولی الالباب کے لئے ایک نشان ٹھہرے کہ اگر انسان اس طرح کے عجوبے بنا سکتا ہے تو پھر خالقِ کل کیوں اس کائنات کو نہیں بنا سکتا۔

سات عجائباتِ عالم کا تذکرہ ہم اکثر سنتے رہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سات قابلِ ذکر عمارات کا تذکرہ ہمیں سکندرین دَور کی سفری گائیڈ میں ملتا ہے۔ ان سات میں سے صرف ایک اہرامِ مصر اب تک موجود ہے اور گذشتہ پانچ سو سال سے وہ بھی روبہ زوال ہے۔

سات کا عدد

سات کیوں؟ یہ سوال طبعاً ہر پڑھنے والے کے ذہن میں ابھرتا ہے۔ فیثا غورث (چھٹی صدی قبل مسیح) کے مطابق سات کا عدد مقدس چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ عدد چینی طرزِ تمثیل سمبولزم (SYMBOLISM) میں بہت نمایاں رہا ہے۔ عربی میں سات کو اکمال کا عدد اس لئے سمجھا گیا کہ یہ چار اور تین کا مجموعہ ہے۔ جو اپنے مکانی اظہار یا خاکہ میں مکمل ہیں جیسے کہ مثلث اور مربع "بائیبل" اور "نیا عہد نامہ" وغیرہ میں سات کا استعمال بہت زیادہ ہوا ہے جیسے یونان کے سات عقلمند آدمی

روم کے سات حکماء، "مقدس" روم کے سات پہاڑ، رومن کیتھولک کے سات احکامات۔

آج کی دُنیا میں بھی ہمیں یہ سات کا عدد بکثرت نظر آتا ہے۔ مثلاً ہفتہ کے سات دن، سات آسمان، سات برِاعظم، سات سمندر وغیرہ۔

قدیم سات عجائباتِ عالم

سب سے پہلی فہرست اِن سات عجائبات کی اینٹی پیٹر (ANTIPATOR OF SIDON) نے بیان کی ہے جو دوسری صدی عیسوی کا ایک مصنّف تھا اور اس نے "سفری راہنما کتاب" لکھی۔ یہ سات عجائبات دراصل بحیرۂ روم کے مشرقی علاقہ میں تھے۔

عظیم اہرام کے علاوہ یہ سب اس سے پہلی چار صدیوں میں بنائے گئے تھے۔ ایک یونان کے یورپی ساحلی علاقہ میں واقع تھا، ایک AEGEAN SEA کے ایک یونانی جزیرہ میں اور باقی ایشیا اور افریقہ میں۔

۱۔ عظیم اہرامِ مصر یا اہرامِ فوفو

یہ مصر کے دریائے نیل کے مغربی کنارے پر اسکندریہ سے سَو میل شمال میں بنایا گیا۔ جگہ کو تیار کرنے کے لئے دس سال لگے۔ ہیروڈوٹس کے مطابق ۱۰۰,۰۰۰ مزدوروں کی ۲۰ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد بادشاہ کا یہ مقبرہ بنا اس میں بادشاہ کی حیات بعدالممات کے لئے ہیرے اور جواہرات رکھے گئے ہیں۔ اہرام کے ہر طرف کی لمبائی ۷۵۶ فٹ اور اونچائی ۴۸۱ فٹ تھی لیکن اب اس کی اُونچائی صرف ۴۵۱ فٹ رہ گئی ہے۔

۲۔ بابل کے معلق باغات (THE HANGING GARDENS OF BABYLON)

یہ باغات بخت نصر II نے چھٹی صدی قبل مسیح میں بنائے۔ یہ بابل میں تھے جو اس وقت کا ایک متمدن شہر تھا۔ باغات کو قطار در قطار ایسے تختوں پر بنایا گیا جو محرابوں کے ساتھ ساتھ بہت بلندی کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ ان میں پودوں اور پھولوں کو ایسے چشموں سے سیراب کیا جاتا تھا جو اس کے ساتھ لٹکے ہوئے نظر آتے تھے۔ دُور سے آنے والے کو یہ باغات معلق نظر آتے تھے اِس لئے انہیں معلق باغات کہا جاتا ہے۔

۳۔ مشتری دیوتا کا مجسّمہ (THE STATUE OF ZEUS)

اِنسان کے ہاتھوں کا ایک اور عظیم شاہکار مشتری دیوتا کا مجسّمہ ہے جو ۴۶۲ قبل مسیح میں اپنے وقت کے سنگ تراش فیرس نے بنایا۔ یہ ۴۰ فٹ اُونچا تھا اس میں مشتری دیوتا کو سنگِ مرمر کی ایک کُرسی پر دکھایا گیا تھا۔ خود دیوتا کے مجسمہ میں سونے اور ہاتھی دانت کا بے دریغ استعمال کیا گیا۔

یہ مجسمہ ایلس کے میدان میں اولمپیا کے مقام پر بنایا گیا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں ایک زلزلے کی وجہ سے زمین کے ہموار ہوگیا۔

۴۔ ڈیانا کا مندر: یہ "ایشیا صغیر" میں سنگِ مرمر

سے بنایا گیا۔ سکندرِ اعظم کے زمانہ میں اس میں مزید اضافہ ہوُا۔ اس کی لمبائی ۲۴۳ فٹ تھی چوڑائی ۱۶۴ فٹ اور اُونچائی ۶۰ فٹ تھی۔ گوتھوں نے ۲۶۲ عیسوی میں اِس کو تباہ کر دیا۔

۵۔ موسولس کا مقبرہ

یہ ہیلی کارنیس میں ملکہ آرطیمیا نے اپنے خاوند بادشاہ موسولس کی یاد میں بنوایا جو ۳۵۳ قبل مسیح میں مَر گیا۔ یہ بھی سنگِ مرمر سے مزیّن تھا۔ پندرھویں صدی میں ایک زلزلے سے تباہ ہوُا۔

۶۔ رہوڈس کا مجسّمہ

اپالو دیوتا کا یہ دیوقامت مجسّمہ جو ۱۰۵ فٹ اُونچا تھا کانسی سے بنایا گیا۔ دس سال کے کام کے بعد ۲۸۰ قبل مسیح میں مکمل ہوُا لیکن زلزلے نے ۲۲۴ قبل مسیح میں اسے تباہ کر دیا۔

۷۔ اسکندریہ کا روشنی کا مینار

فیرس کے جزیرے پر بطلیموس دوم کے وقت میں تعمیر ہوُا۔ یہ ۲۰۰ فٹ اُونچا تھا اور اس کی چوٹی پر آگ جلائی جاتی تھی تاکہ جہازوں کی راہنمائی کی جاسکے یہ بھی ۹۵۵ء میں زلزلے کی وجہ سے جزوی طور پر اور پھر چودھویں صدی عیسوی میں مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔

ابتدائی طور کے سات عجائباتِ عالم کی ایک دوسری لسٹ فیلو آف بائزنیتیم نے پیش کی جس نے باغاتِ بابل کے ساتھ بابل کی منقّش فصیلوں کو بھی شامل کیا اور اسکندریہ کے مینار کو نکال دیا۔

MIDDLE AGE کے سات عجائبات

جب اِن سات میں سے اکثر زمانے کی نذر ہو گئے تو سینٹ گریگوری نے سات اَور عجائبات کی فہرست دُنیا کے سامنے پیش کی جو کہ اِس طرح تھی:۔

۱۔ رہوڈس کا مجسّمہ
۲۔ اسکندریہ کا روشنی کا مینار
۳۔ بابل کی منقّش فصیلیں
۴۔ موسولس کا مقبرہ
۵۔ کشتیٔ نوح
۶۔ سلیمانؑ کا مقبرہ
۷۔ ہریکلیا کا تھیٹر

● بعد میں ان کی جگہ مندرجہ ذیل سات عجائبات نے لے لی:۔

۱۔ کولوزئیم (COLOSSEUM)

ان کے اندر غاریں تھیں جن میں کھوپڑیاں تھیں۔ اور یہ تھیٹر نما تھا۔ اس کے اندر بحری لڑائیوں کے لئے پانی بھی بھرا جاسکتا تھا۔ یہ کولوزئیم اس وقت بہت بدنام ہوئے جب اس میں عیسائیوں اور حکومت کے مخالف لوگوں کو درندگی کا شکار بنایا جانے لگا۔ لوگوں کی "تفریح" کے لئے انہیں کئی دن کے بھوکے خونخوار جانوروں کے سامنے ڈال دیا جاتا اور ان کی آہوں اور چیخوں پر سارا ہال قہقہوں سے گونج اُٹھتا۔

۲۔ اسکندریہ کے تہہ خانے

یہ لیبین صحرا کے

کنارے پر واقع تھے۔ عیسائی مہاجرین کے لئے زمین دوز راستے بنے ہوئے تھے۔ اس کے چار سو عظیم القامت ستونوں میں سے صرف ایک باقی بچ رہا ہے جسے POMPEY'S PILLAR کہتے ہیں۔

۳۔ دیوارِ چین

تیسری صدی قبل مسیح میں بننی شروع ہوئی اور چودھویں صدی تک بنتی رہی۔ جنوبی چین کے اردگرد قریباً ۱۵۰۰ میل ہے تاکہ چین حملہ آوروں سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اسے مہذب چین اور تاتاری قبیلے کے درمیان باؤنڈری لائن کی حیثیت بھی حاصل رہی۔ انسانی تعمیر کا یہ شاہکار آج بھی موجود ہے۔

۴۔ STONE HENGE

انگلینڈ کے سالسبری کے میدان میں پتھروں کا ایک دائرہ تھا یہ سورج کی پرستش کے لئے ۱۸۰۰ قبل مسیح میں بنایا گیا۔ اس کی تعمیر میں ویلز سے لائے گئے نیلے پتھر استعمال ہوئے۔

۵۔ نینکنگ کا پگوڈا

یہ چین میں نینکنگ کے مقام پر تھا جسے تائی پنگ کی بغاوت کے دوران ۱۸۵۳ء میں تباہ کر دیا گیا۔ اسے پندرھویں صدی عیسوی کے شروع میں بنایا گیا تھا۔ یہ ۲۶۰ فٹ اونچا تھا اور اس کی ۹ منزلیں تھیں جو کہ ہشت پہلو تھیں۔ اور ان پر نفیس چینی مٹی کا چھجا تھا۔

۶۔ پیسا کا جھکا ہوا مینار

پیسا اٹلی کے مقام پر جھکتا ہوا یہ مینار ۱۱۷۴ء میں بننا شروع ہوا اور ۱۳۵۰ء میں مکمل ہوا۔ اس کا مقصد ساتھ والے کھیتیڈرل کے لئے گھنٹی گھر کے طور پر استعمال ہونا تھا۔ یہ ۱۷۹ فٹ اونچا مینار ۸ منزلوں پر مشتمل ہے اور عموداً ۱۶ فٹ جھکا ہوا ہے۔

۷۔ صوفیہ کا گرجا گھر

یہ قسطنطنیہ (ترکی) میں بادشاہ جسٹینین نے ۵۳۷ء میں ایک چرچ کے طور پر بنوایا۔ قسطنطنیہ کے زوال کے بعد ۱۴۵۳ء میں اسے مسجد کے طور پر استعمال کیا جانے لگا اور اب بازنطینی آرٹ میوزیم کے طور پر کام کر رہا ہے۔

آج کے سات عجائبات

ان میں سے اکثر کا تو نام و نشان مٹ گیا۔ اب ہم کیا دیکھیں ماضی تو ٹھیک ہے شاندار تھا حال کا بتائیے؟ کیوں صاحب یہی سوچ رہے تھے نا آپ! تو سنئے اور سر دھنئے کہ جب ان میں کچھ تباہ ہوگئے تو انسان کو اس کے "ساتی" ذوق نے نچلا نہ بیٹھنے دیا بلکہ اس کی تسکین کے لئے سات عجائبات کی فہرست پھر مکمل کرلی۔ چنانچہ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ کی ۱۹۳۱ء میں تعمیر کے بعد سات عجائبات کی فہرست دوبارہ بنانے کا خیال پیدا ہوا

آج کے سات عجائبات میں سے کچھ تو ابتدائی دَور کے اور کچھ درمیانی دَور کے ہیں۔ آج جن سات چیزوں کو بجاطور پر عجائباتِ عالَم کا نام دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:۔

۱۔ اہرامِ مصر

۲۔ ہیگیا صوفیہ (استنبول)

۳۔ پیسا کا جُھکا ہؤا مینار

۴۔ تاج محل آگرہ جسے ۱۶۴۸ء میں مغل بادشاہ شاہجہاں نے اپنی ملکہ ممتاز محل کے مقبرہ کے طور پر بنایا اور جس کے متعلق والسرائے ہند کی بیوی نے کہا تھا کہ اگر کوئی مجھ سے تاج محل جیسی عمارت بنانے کا وعدہ کرے تو مَیں آج مرنے کو تیار ہوں۔

جی ہاں اُسی تاج محل کا ذکر کر رہا ہوں جس کے متعلق ساحر لدھیانوی نے کہا تھا ؎

اِک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لیکر
ہم غریبوں کی محبت کا اُڑایا ہے مذاق

۵۔ یادگار واشنگٹن (امریکہ)

صدر جارج واشنگٹن کی یاد میں اسے واشنگٹن (ڈی سی) امریکہ میں ۱۸۸۵ء میں بنایا گیا۔ یہ ۵۵۶ فٹ اُونچا ہے۔

۶۔ ایفل ٹاور

اِسے ۱۸۸۷ء میں پیرس (فرانس) میں بنایا گیا اور یہ ۹۸۴ فٹ اُونچا ہے

۷۔ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ

نیویارک (امریکہ) میں یہ ۱۹۳۱ء میں مکمل ہوئی یہ اُونچائی میں ۱۴۷۲ فٹ ہے۔ اِس کے علاوہ ۱۹۵۱ء میں ۲۲۲ فٹ اُونچا ٹیلی ویژن ٹاور کا بھی اضافہ کیا گیا۔

کچھ مصنّفین کے مطابق پانامہ کینال، گولڈن گیٹ برج، نیویارک کے زمین دوز نظامِ مواصلات کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

یہ تو تھے سات عجائباتِ عالَم۔ مگر ؎

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے جا کر ٹھہرتی ہے نظر کہاں

لیکن یہ یاد رکھئے کہ عجائباتِ عالَم بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں۔ ہمارے اردگرد اِس قسم کی چیزیں بنتی جارہی ہیں جنہیں بلامبالغہ عجوبۂ عالَم کہا جاسکتا ہے۔ مگر ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ایک حدیث

سَيَكُونُ بَعْدِيْ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِيْ يَسُدُّ اللّٰهُ بِهِمُ الثُّغُوْرَ يُؤْخَذُ بِهِمُ الْحُقُوْقُ وَلَا يُعْطَوْنَ حُقُوْقَهُمْ أُولٰئِكَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُمْ۔

(کنز العمال جلد ۱۲ صد ۱۸۲)

میرے بعد میری اُمّت میں سے ایسے لوگ ہوں گے جن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سرحدوں کو محفوظ کرے گا۔ ان سے حقوق لئے تو جائیں گے مگر ان کو حقوق دیئے نہیں جائیں گے یہ میرے ہیں اور مَیں ان کا ہوں۔

جناب آفتاب احمد بسمل۔ کراچی

اگر امریکہ کا کراچی ہے تو نیویارک واشنگٹن کو ہم امریکہ کا اسلام آباد کہہ سکتے ہیں۔ اسلام آباد کی طرح یہ خوبصورت شہر اپنے ملک کا دارالحکومت ہے۔ اور امریکہ چونکہ سپر پاور ہے اس لئے واشنگٹن کو اس عظیم طاقت کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے دُنیا کا اہم ترین شہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ واشنگٹن ورجینیا اور میری لینڈ کے درمیان دریائے پوٹومیک کے دہانے کے سرے پر واقع ہے امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن نے ۱۷۹۱ء میں اس مقام کو امریکہ کے دارالحکومت کے لئے خود منتخب کیا تھا۔ برطانوی فوجوں نے ۱۸۱۲ء کی جنگ کے دوران ۱۸۱۴ء میں اس پر قبضہ کر لیا تھا اور کیپیٹل اور وہائٹ ہاؤس کی زیر تعمیر عمارتوں کو تباہ کر دیا تھا۔ بہرحال ۱۸۷۸ء سے یہ امریکہ کا دارالحکومت ہے اور وفاقی حکومت کا صدر مقام۔ واشنگٹن ڈی سی (ڈسٹرکٹ آف کولمبیا) بہت خوبصورت شہر ہے۔ کشادہ سڑکیں جن پر دو رویہ درختوں کی قطاریں ہیں بہت حسین نظارہ پیش کرتی ہیں۔ یہاں کی مشہور ترین عمارتیں یعنی وہائٹ ہاؤس (صدرِ امریکہ کی قیام گاہ) اور کیپیٹل (امریکی کانگریس کی عمارت) دُنیا بھر میں واشنگٹن کی علامتیں سمجھی جاتی ہیں۔

ہم گذشتہ سال ۳؍جون کو نیویارک سے واشنگٹن پہنچے تھے۔ اتفاق سے اُس روز جمعہ تھا۔ لہٰذا ہم نے سب سے پہلے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے احمدیہ مشن ہاؤس جانے کا پروگرام بنایا اور ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ۲۱۴۱ لیرائے پلیس واشنگٹن پہنچ گئے۔ مشن ہاؤس دو منزلہ ہے نچلی منزل میں مردوں کے لئے نماز کا انتظام تھا اور اُوپر کی منزل خواتین کے لئے تھی۔ کوئی پچیس تیس احباب نماز میں شریک ہوئے۔ خواتین بھی کافی تعداد میں اُوپر کی منزل میں موجود تھیں۔ امام صاحب نے الفضل سے خطبہ جمعہ کا انگریزی ترجمہ کر کے سُنایا۔ نماز جمعہ کے بعد بعض پاکستانی احباب سے مدتوں بعد ملاقات کا موقع ملا ان میں مکرم مرزا مظفر احمد صاحب سابق ڈپٹی چیئرمین

پاکستان منصوبہ بندی کمیشن بھی تھے جو اِن دنوں ورلڈ بینک میں اہم عہدے پر فائز ہیں۔

نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ سیر و تفریح اور تاریخی مقامات دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔ پہلے صدرِ امریکہ کی سرکاری قیام گاہ وہائٹ ہاؤس دیکھنے گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ اندر سے وہائٹ ہاؤس دیکھنے کے لئے دس بجے سے ایک بجے تک کا وقت مقرر ہے لہٰذا اُس وقت باہر ہی سے دیکھ سکے۔ اگرچہ یہ کوئی خاص بڑی عمارت نہیں ہے لیکن اپنی اہمیت کے لحاظ سے دُنیا کی اہم ترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہے اس کے بعد قریب ہی واشنگٹن میموریل دیکھا جو امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی یاد میں بنایا گیا ہے اور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ پتھر کے بنے ہوئے ستونوں میں دُنیا کا سب سے بلند ستون ہے اس کے اندر لفٹ لگے ہیں جو زائرین کو اُوپر تک لے جاتے ہیں۔ ہم اندر جا کر نہیں دیکھ سکے کیونکہ ہمارے پاس وقت کم تھا اور وہاں رش بہت تھا ہماری باری کئی گھنٹے بعد آتی لہٰذا باہر ہی سے دیکھا کچھ تصویریں اُتاریں۔ یہاں اِس ستون کے گرد ۵۰ امریکی قومی پرچم لہرا رہے تھے جو امریکہ کی پچاس ریاستوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

یہاں سے ہم جیفرسن میموریل دیکھنے گئے جو امریکہ کے تیسرے صدر کی یادگار کے طور پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس میں تھامس جیفرسن کا دھات کا بنا ہوا بہت بڑا مجسمہ نصب ہے اور اطراف میں دیواروں پر اُن کے مقولے درج ہیں۔ وہیں ایک چھوٹا سا میوزیم اور لائبریری بھی ہے جہاں سے اس میموریل کے متعلق معلوماتی لٹریچر مل جاتا ہے۔ اس کے بعد ہم لنکن میموریل دیکھنے گئے جو ساری دُنیا کے زائرین کی توجہ کا مرکز رہتا ہے۔ اُس وقت مطلع اَبر آلود ہو چکا تھا اور ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی ہم نے اندر جا کر لنکن کے مجسّمے کی تصویریں اُتاریں۔ اِس عمارت کے بڑے ہال میں بھی دیواروں پر لنکن کی تقریروں کے اقتباسات درج ہیں۔ یہ اقتباسات ابراہام لنکن کی دو مشہور تقریروں سے لئے گئے ہیں ایک گیٹسبرگ میں لنکن کے اُس تاریخی خطاب کا اقتباس ہے جو اُس نے سِول وار کے خاتمے پر غلامی کے اِنسداد کے بعد کیا تھا اور دوسرا اقتباس لنکن کے دوبارہ صدر منتخب ہونے پر کی جانے والی تقریر میں سے لیا گیا ہے۔

لنکن امریکہ کی تاریخ میں بہت اہم مقام رکھتا ہے اور واشنگٹن کے بعد امریکی عوام میں سب سے زیادہ قابلِ احترام صدر سمجھا جاتا ہے اس کے زمانہ میں شمالی اور جنوبی ریاستوں میں خانہ جنگی ہوئی تھی اور غلامی کے مسئلے نے نازک صورت اختیار کر لی تھی لنکن نے جنگ جیتی غلامی کی رسم ختم کی۔ سیاہ فاموں کو ان کے حقوق دلوائے اور قوم کو دوبارہ متحد کیا۔ آخر ایک نالائق دشمن کی گولی کا نشانہ ہو گیا لیکن اپنے وطن کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر گیا۔

اس کے بعد ہمارا ارادہ دوسرے مقامات

دیکھنے کا تھا لیکن گھومتے گھماتے خاصی دیر ہو گئی تھی اور پھر بارش بھی تیز ہو گئی لہٰذا ہم نے باقی پروگرام اگلے دن پر ملتوی کر دیا اور اپنی قیام گاہ کو لوٹ گئے۔

اگلے دن ۴ ؍ جون کو ہم صبح دس بجے واشنگٹن ڈاؤن ٹاؤن پہنچ گئے اور سب سے پہلے وائٹ ہاؤس دیکھنے گئے وہاں زائرین کی لمبی قطار لگی ہوئی تھی ہم جب اُس قطار میں شامل ہونے کے لئے آگے بڑھے تو خاتون سپاہی نے بتایا کہ پہلے سامنے جاکر ٹکٹ لے کر آئیں یہ ٹکٹ وہاں سے کوئی دو فرلانگ دُور ملتے تھے وہاں پہنچے تو معلوم ہوًا کہ چھٹی کا دن ہونے کی وجہ سے زائرین بہت زیادہ آئے ہیں اور آج کا ٹکٹوں کا کوٹہ ختم ہو گیا ہے لہٰذا وائٹ ہاؤس کو اندر سے دیکھنے کی حسرت لئے ہم وہاں سے واپس ہوئے البتہ عمارت کے چاروں طرف گھوم پھر کر بہت سی تصویریں اُتاریں۔

یہاں سے ہم مشہورِ زمانہ کیپیٹل بلڈنگ دیکھنے گئے جو پنسلوانیہ ایونیو پر واقع ہے یہ عمارت واشنگٹن کی شناختی علامت ہے کیونکہ یہ امریکی کانگریس کے اجلاسوں کی نشست گاہ ہے۔ امریکی کانگریس (پارلیمنٹ) ایوانِ نمائندگان اور سینیٹ پر مشتمل ہے یعنی ایوانِ زیریں اور ایوانِ بالا۔ اِن دونوں ایوانوں کے اجلاس اِس عظیم الشان عمارت میں ہوتے ہیں۔ گویا وائٹ ہاؤس اگر امریکی صدر کی سرکاری قیام گاہ ہے تو کیپیٹل کی عمارت امریکی عوام کے نمائندگان کا صدر مقام ہے جو امریکی حکومت کی طاقت کا اصل سرچشمہ ہیں۔ کوئی ۸۶ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ کرسی یا پلیٹ فارم آیا جس پر اصل عمارت ایستادہ ہے۔ یہاں سے واشنگٹن بالکل سیدھ میں نظر آتا ہے اور درمیان میں دُور تک گھاس کے تختے اور پانی کے تالاب بڑا خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ یہ دراصل عمارت کی پُشت تھی۔ ہم گھوم کر سامنے کی طرف گئے اور وہاں سے مزید پچیس تیس سیڑھیاں چڑھ کر عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ سیکورٹی والوں نے معمولی چھان بین کے بعد اندر جانے دیا۔ ایک مرتبہ میں تیس چالیس زائرین کو داخلے کی اجازت ملتی ہے۔ اندر گئے تو سب سے پہلے اِس عمارت کے مشہورِ زمانہ گنبد کے نیچے والے ہال میں پہنچے۔ اچانک یوں محسوس ہوًا کہ ایک نئی دُنیا میں پہنچ گئے۔ اندرونی گنبد پر جو بہت بلند ہے خوبصورت نقش و نگار اور حسین و جمیل تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ دیواروں پر آٹھ بہت بڑی بڑی پینٹنگز نصب ہیں جن میں امریکی قوم کی جدّوجہدِ آزادی کے واقعات دکھائے گئے ہیں۔ چاروں طرف امریکہ کے سابق صدروں اور ریاستوں کے مشہور گورنروں کے بہت بڑے بڑے مجسّمے نصب ہیں۔ ایک طرف شیشے کے کیس میں میگنا کارٹا کا مثنیٰ (DUPLICATE) رکھا ہے۔ یہ دستاویز برطانوی قوم کی سیاسی آزادی اور بالادستی کا اعلان ہے جو ۱۲۱۵ء میں برطانوی قوم نے اپنے اُس وقت کے

بادشاہ جان سے منوایا تھا اور اس کی یہ نقل مطابق اصل اب سنہری فریم میں برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۹۷۶ء میں امریکہ کی آزادی کی ۲۰۰ ویں سالگرہ پر امریکی کانگریس کو تحفے کے طور پر بھیجی تھی یہاں سے زائرین کو عمارت کی اندرونی سیاحت کے لئے ٹوکن دئے گئے اور ایک گائیڈ خاتون کی رہنمائی میں ہم عمارت کی سیر کرنے لگے۔ وہ ہمیں مختلف غلام گردشوں اور دالانوں میں سے گذارتی ہوئی بتانے لگی کہ کون کون سی چیز کی کیا اہمیت ہے۔ پھر سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل پر گئے۔ سیڑھیوں کی اطراف میں خوبصورت دیواری تصویریں بنی ہوئی تھیں اور مختلف امریکی ہیروز کے مجسّمے نصب تھے۔ پھر وہ خاتون ہمیں ایوانِ نمائندگان کے ہال میں لے گئی اوپر زائرین کی گیلری میں چاروں طرف نشستیں بنی ہوئی تھیں ہم وہاں بیٹھ گئے۔ ایوان میں سپیکر کی کرسی کے سامنے دونوں طرف قطاروں میں نشستیں بنی تھیں گائیڈ نے بتایا کہ سپیکر کے دائیں طرف برسرِ اقتدار پارٹی کے ارکان بیٹھتے ہیں اور بائیں جانب حزبِ اختلاف کے اراکین کی نشستیں ہیں۔ امریکی سیاست اور طرزِ حکومت کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ اگرچہ موجودہ صدر رونلڈ ریگن ریپبلکن پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ایوانِ نمائندگان میں اکثریت ڈیموکریٹک پارٹی کی ہے جو پچھلے کئی برسوں سے اکثریت میں ہے۔ اِس ایوان کے ممبروں کا انتخاب دو سال کے لئے ہوتا ہے۔ اِس کے بعد ہم نے کافی دیر تک عمارت میں گھوم پھر کر سیر کی۔ عمارت کیا ہے عجائبات کا مجموعہ ہے۔ دائیں بائیں شمال جنوب ہر طرف لمبے لمبے دالان ہیں اور بڑے بڑے مجسّمے نصب ہیں جگہ جگہ خوبصورت پینٹنگز ہیں۔ وہاں سوئینیرز کی فروخت کے لئے کاؤنٹر موجود تھا جہاں سے کچھ تصویری پوسٹ کارڈ خریدے۔ دو گھنٹے وہاں صرف کئے پھر بھی پوری عمارت نہیں دیکھ سکے۔

یہاں سے نکل کر ہمارا ارادہ کچھ عجائب گھر دیکھنے کا تھا واشنگٹن میں متعدد عجائب گھر ہیں جن میں میوزیم آف آرٹ، نیشنل میوزیم آف مین، نیشنل میوزیم آف نیچرل ہسٹری، دستاویزات کا عجائب گھر، نیشنل میوزیم آف امریکن ہسٹری، نیشنل پورٹریٹ گیلری، نیشنل ائیر اینڈ سپیس میوزیم، اور کئی دوسرے میوزیم شامل ہیں۔ ان سب کو دیکھنے کے لئے کئی مہینے درکار ہیں۔ نیشنل میوزیم آف نیچرل ہسٹری کی عمارت پر ایک بینر لگا ہوا تھا THE HERITAGE OF ISLAM۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ پہلے اِسے دیکھتے ہیں۔ یہاں نچلی منزل میں اسلامی عہد کے متعلق طغرے اور فنِ تعمیر کے نمونوں کی تصویریں لگی تھیں۔ قرآن کریم کے قدیم نسخے خطِ کوفی اور خطِ نستعلیق میں لکھے ہوئے رکھے تھے۔ تلواریں، زرہیں، قالین، چوغے، لبادے، خود وغیرہ متعدد اشیاء رکھی تھیں۔ اِسلامی ملکوں کے رسم و رواج کے متعلق ایک فلم بھی دکھائی جا رہی تھی۔ ترکی کی مسجد سلیمان کا ایک ماڈل بھی شیشے کے کیس میں رکھا ہوا تھا۔ اِس جگہ کی خاص چیز جو پسند آئی وہ خانہ کعبہ کا

ایک ماڈل تھا جو شیشے کے ایک بہت بڑے کیس میں رکھا تھا اور جس میں مقامِ ابراہیم، سنگِ اسود اور چاہِ زمزم کے علاوہ حاجیوں کو طواف کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ چاروں طرف عمارتیں بنی ہوئی تھیں اور ان کے پیچھے سے روشنی کا ایسا انتظام تھا کہ اصل عمارت ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ پس منظر میں انگریزی میں کمنٹری جاری تھی جس میں بتایا جا رہا تھا کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ نماز، روزہ، حج کا بیان تھا۔ حج کے مناسک بتائے جا رہے تھے اور جب طواف کا ذکر آیا تو خانہ کعبہ کے گرد بنے ہوئے چوبی فرش پر جو حاجی دکھائے گئے تھے انہوں نے طواف شروع کر دیا یعنی چوبی فرش کا وہ حصہ گھومنے لگ گیا۔ اس دوران میں جس چیز کا ذکر آتا اُس پر روشنی فوکس کر دی جاتی۔ اس نمائش سے فارغ ہو کر ہم میوزیم برائے قدرتی تاریخ کے حصے میں گئے۔ رواں سیڑھیوں سے ہم دوسری منزل پر پہنچے وہاں درمیان میں ایک پلیٹ فارم پر بہت بڑا ہاتھی کھڑا تھا جو بالکل اصلی اور زندہ نظر آتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے ہاتھی کی کھال میں کچھ بھر دیا گیا تھا اور اس خوبصورتی کے ساتھ کہ ہاتھی بالکل اصلی نظر آتا تھا اس کے "دکھانے کے دانت" یعنی TUSKS بھی خاصے لمبے تھے۔ یہ میوزیم بہت وسیع و عریض ہے۔ بائیں طرف سے ہال میں داخل ہوں تو وہاں زمانۂ قبل از تاریخ کے لاکھوں کروڑوں سال پرانے جانوروں کے ڈھانچے رکھے ہیں۔ ڈائنا سور قسم کے اِن جانوروں کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ چار پانچ کروڑ سال پرانے

جانوروں کے ڈھانچے ہیں جو ہاتھی سے بھی بڑے عظیم الجثّہ تھے اتنے بڑے کہ موجودہ زمانہ کا بڑا ہاتھی اُن کے سامنے بونا نظر آئے۔ مختلف قسم کے سمندری اور خشکی کے جانوروں کے ڈھانچے رکھے تھے۔ اسی طرح بڑے بڑے پرندوں کے ڈھانچے تھے۔ وہاں سے ہم دوسرے حصے میں گئے جہاں ہیرے، جواہرات، قیمتی پتھروں اور دیگر معدنیات کے نمونے دیکھے۔ یہ حصہ بھی اتنا بڑا ہے کہ اسے دیکھنے کے لئے کئی گھنٹے درکار ہیں یہاں سے ہم لفٹ میں سوار ہو کر دوسری منزل میں پہنچے وہاں "زمین، چاند اور شہابِ ثاقب" کا شعبہ دیکھا جہاں چاند سے لائے ہوئے پتھر، ریت اور مٹی کے نمونے شیشے کے بکسوں میں رکھے تھے۔ شہابِ ثاقب کے بڑے بڑے کئی ٹن وزنی ٹکڑے تھے جو مختلف اوقات میں امریکہ میں گرے۔ ان میں سے بعض پتھر ہیں اور بعض لوہے جیسی دھات کے۔ اس جگہ چاند پر پائے جانے والے حالات ماڈلوں اور چارٹوں کی مدد سے دکھائے گئے تھے۔ ایک جگہ چاند کا ماڈل رکھا تھا اور اُس پر چھوٹے چھوٹے جھنڈے گاڑ کر بتایا گیا تھا کہ اپالو ۱۶ کہاں اُترا تھا اور اپالو ۱۷ کہاں نزول فرما ہوا تھا اور کس جگہ انسان کے قدم پہلی مرتبہ چاند کی سطح پر پڑے تھے۔ غرضیکہ یہ بڑا تفصیلی معلوماتی شعبہ ہے۔ اِس میوزیم کے دوسرے شعبوں میں قدیم انسان کے بارے میں خصوصی شعبہ، قبل از تاریخ کی امریکی ثقافت کا شعبہ، جنوبی امریکہ، افریقہ کی ثقافتوں، امریکی تہذیب و تمدن، حشرات الارض اور سانپوں کے (باقی صفحہ ۴۳ پر)

حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ نفسیات نے ایک سروے کیا ہے جس کے نتائج ہر باشعور پاکستانی کے لئے نہ صرف حیران کُن ہیں بلکہ تکلیف دہ بھی ہیں۔ اس سروے کے مطابق لاہور میں واقع دو یونیورسٹیوں اور مختلف کالجوں میں تقریباً تین ہزار طلباء کو انٹرویو کیا گیا ان میں سے تقریباً ۶۷ فیصد طلباء ایک یا ایک سے زائد منشّی اشیاء استعمال کرتے ہیں۔

۵۹ فیصد جو منشّی اشیاء استعمال کرتے ہیں ان میں حشیش یا چرس زیادہ مقبول ہے۔

۱۶ فیصد دوسری مسکن ادویات استعمال کرتے ہیں۔

۱،۹ فیصد ہیروئن استعمال کرتے ہیں۔

۷۰ فیصد طلباء نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ ان منشیات کا استعمال کرنے پر اِس لئے مجبور ہیں کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کا ماحول بہت بور ہے اس سے جھنجھلاہٹ ہوتی ہے اور یہ کہ یہ ماحول غیر انسانی ہے۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار کے حتمی ہونے یا نہ ہونے پر رائے تو نہیں دی جا سکتی البتہ اس حقیقت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہمارے ملک میں منشّیات خاص طور پر ہیروئن کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اس بات کی تصدیق اقوامِ متحدہ کی ایک حالیہ رپورٹ سے ہوتی ہے جس کے مطابق پاکستان میں منشّیات کا استعمال کرنے والوں کی باقاعدہ رجسٹرڈ تعداد ۳۰،۰۰۰ ہزار ہے جبکہ مقامی ڈاکٹروں کے مطابق ان کی تعداد ۱،۵۰،۰۰۰ ہے جس میں ۱۹۸۵ء تک تقریباً ۵۰،۰۰۰ نشہ بازوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ یہ اعداد و شمار بڑے ہی حیران کُن ہیں۔ خاص طور پر اس حقیقت کی روشنی میں کہ ۱۹۷۹ء میں پاکستان میں ہیروئن استعمال کرنے والوں کی تعداد بمشکل سینکڑوں میں تھی۔

نشہ کرنے والے اکثر لوگ یا تو شوق کے طور پر نشہ شروع کر دیتے ہیں یا زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے کی بجائے فرار کی راہ اختیار کرتے ہیں اور زیادہ تر اپنے حلقۂ احباب سے متاثر ہو کر اس واضح تباہی کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نشہ ان کو غموں سے نجات دلاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اِس

تکلیف دہ صورتِ حال کا انتہائی تشویشناک پہلو یہ ہے کہ ہماری درسگاہیں نشہ کے حملے کا بڑی آسانی سے شکار بن رہی ہیں۔

پاکستان میں منشیات کی تاریخ:

پاکستان میں ہیروئن منشیات میں تازہ تازہ شامل ہوئی ہے لیکن دوسری منشیات جو بھنگ، حشیش اور ماری جوانا یا چرس کے ناموں سے مشہور ہیں، صدیوں سے یہاں موجود رہی ہیں یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ برِ صغیر جنوبی ایشیاء میں افیون کا استعمال پہلی بار کب شروع ہوا لیکن تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ایک نشہ آور شے کی حیثیت سے کم از کم چودھویں صدی عیسوی سے افیون کا استعمال جاری ہے۔ افیون وسطی ایشیا کے راستے سے ایران سے یہاں پہنچی تھی مغل دور کے ہندوستان میں پوست (جس سے افیون حاصل کی جاتی ہے) کی کاشت اس قدر وسیع پیمانے پر کی جاتی تھی کہ شہنشاہ اکبر کو افیون کی تجارت میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے قوانین نافذ کرنے پڑے اُس دور کے تاریخی اور دوسرے ادب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بالائی طبقوں کے بڑے بڑے لوگوں کے درمیان خوشی اور فرحت کے حصول کیلئے افیون نوشی کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ اس کی ایک وجہ غالباً یہ تھی کہ افیون کے استعمال کے خلاف اس طرح کے واضح اسلامی احکام موجود نہیں جیسے شراب کی ممانعت کے لئے موجود ہیں ـــــ اس کے باوجود افیون کی عادت کو عام طور پر مشرقی لحاظ سے ایک ناپسندیدہ فعل تصوّر کیا جاتا تھا۔

افیون کے مقابلے میں بھنگ، حشیش اور چرس وغیرہ ہندوستان کی وادی گنگا میں کہیں زیادہ قدیم زمانے میں موجود تھیں۔ انسان پر اس کے استعمال سے خوشی اور فرحت کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اُن سے پانچ ہزار سال پہلے کے ویدوں کے دور کا انسان بھی آگاہ تھا۔ باور کیا جاتا ہے کہ لفظ بھنگ سنسکرت کے لفظ بھنگا سے لیا گیا ہے جو جڑی بوٹیوں سے تیار کئے جانے والے ایک محلول کا نام ہے ہندوستان میں بھنگ کی مقبولیت کو شہنشاہ بابر نے بھی بھانپ لیا تھا اُس نے سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں اپنی ایک تحریر کے ذریعے منشیات کے معاملے میں مقامی آبادی کے گھٹیا ذوق کا مذاق اُڑایا اور انکا مقابلہ افیون ملے ایک مرکب کے ساتھ کیا جس کا نام معجون تھا اور جسے شہنشاہ خود اور اُس کے وسطی ایشیا کے ساتھی بہت پسند کرتے تھے۔

افیون کا استعمال بعد کے مغلوں کے دور میں بڑھ گیا۔ یورپی سیاحوں اور مقامی ادیبوں نے نے بتایا ہے کہ اٹھارھویں صدی عیسوی میں دہلی کے دربار میں افیون کا استعمال بہت پھیل گیا تھا۔ اَودھ کی سلطنت پر یہ عادت اور بھی زیادہ اثرانداز ہو چکی تھی۔ رتن ناتھ سرشار اور مرزا ہادی رُسوا کی تحریروں میں یہ بات کھُل کر سامنے آجاتی ہے۔

کہ لکھنؤ کے معاشرے میں منشیات کا استعمال تمام طبقوں میں نفوذ کر چکا تھا۔ یہ درست ہے کہ ان ادیبوں نے منشیات کے اس بے دریغ استعمال کو بڑھا کر پیش کیا اور نہ اس کی مذمت ہی کی تاہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ منشیات کی شدید طلب ایک شاندار تہذیب کو اس کے اندر سے خاموشی کے ساتھ کھوکھلا کرتی جا رہی تھی۔ دہلی اور لکھنؤ کی عظمتیں پارہ پارہ ہونا شروع ہو گئیں ان کے زوال میں منشیات نے جو کردار ادا کیا وہ کسی لحاظ سے کم اہم نہیں تھا۔

اِسلامی جمہوریہ پاکستان میں جسے افیون کی محدود پیمانے پر پیداوار اور فروخت کی برطانوی حکمتِ عملی ورثے میں ملی تھی ——— اب اس پر مکمل پابندی لگانے کی حمایت کی جا رہی ہے۔ بہرحال افیون نوشی کی عادت جو ناجائز کاروبار سے پوری ہوتی ہے اب بھی قائم ہے۔ ایک تفصیلی جائزہ سے اِس حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پاکستان میں افیون کے عادی افراد کی تعداد ۸۶,۰۰۰ ہزار ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبے میں صورتِ حال خاص طور پر تشویشناک ہے۔ صوبائی حکام کا کہنا ہے کہ صوبہ میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ کی آبادی میں ۳۰ ہزار افراد افیون کے عادی ہیں۔ خیبر میڈیکل کالج پشاور میں شعبۂ نفسیات کے سربراہ ڈاکٹر ایم شفیق نے جو صحت اور منشیات کے سلسلے میں صوبائی کوآرڈی نیٹر بھی ہیں، بتایا ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبے کے دیہی علاقوں میں افیون کا استعمال عام ہے لیکن اس بُری عادت سے شہر بھی متاثر ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر شفیق کا کہنا ہے کہ کم آمدنی والے اور دولت مند دونوں طبقوں میں افیون نوشی کی عادت پائی جاتی ہے اور عورتیں اور مرد دونوں اس عادت کا شکار ہیں۔ ڈاکٹر شفیق کے بیان کے مطابق افیون کے عادی افراد کا تعلق معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے خوشحال گھرانوں کے ساتھ ہے لیکن عورتوں کے مقابلے میں افیون کے عادی مردوں کی تعداد دس گنا زیادہ ہے۔

افیون کے اِستعمال میں کمی:

ماہرین پر حال ہی میں یہ انکشاف ہؤا ہے کہ افیون کا استعمال کم ہو رہا ہے لیکن ہیروئن کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ افیون کے زیادہ سے زیادہ عادی افراد اپنی یہ عادت ہیروئن کی طرف منتقل کر رہے ہیں اور اس تبدیلی کی وجوہ بڑی واضح ہیں۔ جب سے ملک کے کچھ حصّوں میں ہیروئن کی ناجائز لیبارٹریاں قائم ہوئی ہیں منشیات کا ناجائز کاروبار کرنے والوں نے افیون کی زیادہ سے زیادہ دستیاب مقدار کو ہیروئن میں منتقل کرنا شروع کر دیا ہے اِس طرح منشیات کی بعض منڈیوں میں افیون کی قِلّت پیدا ہو گئی ہے اور اس کی قیمت چڑھ گئی ہے۔ اس کے برعکس ہیروئن آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے اور اس کا حصول روز بروز آسان سے آسان تر ہوتا جا رہا ہے۔ منشیات کا ناجائز کاروبار

کرنے والے بہرحال زیادہ کمائی کرتے ہیں اس لئے ہیروئن کی لت بڑی تیزی سے پھیلتی ہے۔ اس کی خوراکوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جو ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے اور اس کے عادی افراد کی طلب کہیں زیادہ شدید ہوتی ہے۔ افیون کے استعمال کے مقابلے میں ہیروئن کے اثرات بہت زیادہ خطرناک ہوتے ہیں لیکن اس کا ناجائز کاروبار کرنے والے اس قدر بے حیا ہیں کہ انہیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

پاکستان میں بھنگ، حشیش اور چرس کے عادی افراد کے صحیح اعداد و شمار مہیّا نہیں ہو سکے، اگرچہ ہیروئن اور افیون کے بارے میں ایسے اعداد و شمار حاصل ہو چکے ہیں۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ ان منشیّات کے عادی افراد کی تعداد لاکھوں میں ہے اور اس کی وجہ بھی بہت واضح ہے۔ بھنگ اور اس کے ساتھ کی منشیّات کے پودے پوری وادیٔ سندھ میں اُگتے ہیں۔ خود اسلام آباد کے شہر میں خالی پلاٹ گرمیوں کے موسم میں ان منشیّات کے خودرَو پودوں سے بھرے نظر آتے ہیں۔ انہیں کاشت بھی کیا جاتا ہے مثلاً چترال کے مستوج سب ڈویژن، دِیر کی شمال مغربی پہاڑی وادیوں، سوات اور کوہستان کے اضلاع اور گلگت کی وادی یاسین ان منشیّات کی معیاری پیداوار کیلئے مشہور ہیں۔ خودرَو اور باقاعدہ کاشت کئے ہوئے پودوں سے ہر سال تقریباً ۴۰۰ ٹن حشیش یا چرس حاصل کی جاتی ہے۔ چرس اور بھنگ کی تیاری کیلئے کسی خاص مہارت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی تیاری کا طریقہ ان منشیّات کے تقریباً تمام عادی افراد جانتے ہیں لیکن ایسے افراد زیادہ تر پاکستان کے قبائلی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

بھنگ، حشیش، چرس (ماری جوانا) کی بھرمار:

اگرچہ بھنگ اور اس سے ملتی جلتی منشیّات پورے ملک میں پائی جاتی ہیں تاہم سندھ اور پنجاب میں ان کی سب سے زیادہ بھرمار ہے۔ ان منشیّات کے عادی افراد میں طلباء بھی شامل ہیں موسیقار بھی اور فلمی اداکار بھی۔ لیکن ان منشیّات کی سب سے زیادہ لت ٹیکسی اور ٹرک ڈرائیوروں میں پائی جاتی ہے ایک اَور طبقہ ملنگوں کا ہے جن کے نزدیک ان منشیات کا استعمال ان کی رُوحانی کیفیات کا حصہ ہے۔ کسی ملنگ کی تصویر کشی کرنا مشکل ہے۔ ملنگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ تصوّف پر عمل پیرا ہیں لیکن وہ تصوّف کی حقیقی روایات سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ملنگ اصل میں معاشرے کا دھتکارا ہوُا انسان ہوتا ہے جو ایک غیر مہذّب انداز میں زندگی گزارتا ہے اور جسے دُنیا اور دینی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ عام طور پر ملنگ لوگ صوفیوں اور پیروں کے مزاروں کے اِردگرد پائے جاتے ہیں اور ان پیروں اور صوفیوں کے معتقدین کی خیرات پر پلتے ہیں۔ بھنگ اور چرس انہیں مفت مِل جاتی ہے۔ سندھ اور پنجاب کی بہت سی مشہور زیارتوں

پر بھنگ گھونٹتے اور پیتے ہوئے ملنگوں کا ناچ اور گانا ایک عام منظر ہے۔ وہ ان زیارتوں کے اندر ان منشّیات کی فروخت کے لئے کارندوں کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔

اگرچہ یہ منشّیات جسمانی طور پر اتنی زیادہ نقصان دِہ نہیں ہوتیں جتنی ہیروئن اور افیون ہیں تاہم ان کے عادی بہت سے افراد بھی بالآخر معاشرے کے لئے ناکارہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ وہ ایک شدید قسم کی طویل بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں اور منشّیات کے اثرات زائل ہونے کے کئی گھنٹے بعد تک مدہوشی کی کیفیت میں مُبتلا رہتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی صلاحیتیں نمایاں طور پر متاثر ہوتی ہیں۔ ان میں سے کئی اِس یقین میں مبتلا ہیں کہ حشیش اور چرس کا استعمال توجّہ مرکوز کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے لیکن حقیقت میں اس کے نتائج برعکس ہوتے ہیں۔ شاہراہوں پر بہت سے حادثے ان ڈرائیوروں کی وجہ سے ہوتے ہیں جو حشیش کے زیرِ اثر گاڑیاں چلا رہے ہیں۔ بھنگ پینے والا ہیجان کی اِنتہائی کیفیت کو جلد پہنچ جاتا ہے اور وہ گھنٹوں مدہوشی کی حالت میں رہتا ہے۔ جب اس کے اثرات زائل ہوتے ہیں تو اُس پر طویل نیند طاری ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ منشّیات کے عادی افراد کے لئے ذرائع روزگار کو برقرار رکھنا یا کوئی سنجیدہ عمل کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص ذمّہ داری کا ثبوت دے اور اس لعنت کے خلاف جہاد کرے تاکہ وطنِ عزیز کو اس سے جلد از جلد چھٹکارا مِل سکے۔ (زندہ لاشیں۔ ہیروئن کے کشتگان"۔ پاکستان نارکاٹکس کنٹرول بورڈ۔ اسلام آباد) بشکریہ ماہنامہ سُکھی گھر لاہور جون ۸۴ء

واشنگٹن کی سَیر (بقیہ صفحہ ۲۷)

الگ الگ شعبے ہیں جو کئی منزلوں اور وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔

واشنگٹن میں ابھی اور بہت سے مقامات قابلِ دید تھے لیکن ہمارا پروگرام اب وہاں سے اپنی اگلی منزل ڈیٹرائٹ جانے کا تھا اِس لئے ہم نے مزید جگہوں کی سَیر کا ارادہ منسوخ کر دیا اور رختِ سفر باندھ کر واشنگٹن کو خدا حافظ کہا — اور لیجئے اِس کے ساتھ ہی آپ کو بھی خدا حافظ۔

عاشق کی ہے علامت گریۂ دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرط رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار
(درّثمین)

سائنس کی دنیا

مکرم شیخ منیر احمد صاحب
کراچی

سمندر
ایک نعمتِ خداوندی
(آخری قسط)

سمندری پانی کا رنگ

کئی تحقیق کرنے والے لوگ سمندر کے پانی کے رنگ سے شواہد حاصل کرتے ہیں۔ سمندر کے پانی کا رنگ نیلا، گہرا نیلا، ہرا اور گہرا ہرا ہوتا ہے۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔

اگر کوئی گہرے سمندر میں اوپر سے سطح کے نیچے دیکھے تو وہ روشنی جو نیچے جاتی ہے وہ بکھرے ہوئے MOLUEULES پر پڑتی ہے تو جو اکثریت MOLUEULES کا رنگ ہوگا اُسی رنگ کا پانی ظاہر ہوگا۔

لال اور پیلے رنگ کی روشنی کے PARTICULARS سمندر کی سطح کے اوپری چند میٹرز کے پانی میں جلد ہی جذب ہو جاتی ہے اب صرف نیلے رنگ کی روشنی باقی رہتی ہے۔ جو سمندر کی نچلی تہہ تک جاتی ہے اس لئے گہرا پانی نیلا نظر آتا ہے لیکن اگر آسمان بھی نیلا ہو تو سمندر گہرا نیلا نظر آتا ہے لیکن اگر آسمان پر سفید بادل ہیں تو آسمان سے سفید روشنی سمندر کی سطح پر پڑے گی اور یہ سفید روشنی سمندر کے نیلے رنگ میں حل ہو جائے گی جس سے سمندر کا رنگ ہلکا نیلا ہو جائیگا۔

ہرا رنگ نظر آنے کی وجہ سمندری پانی میں PHOTO PLANKTON کی موجودگی ہے۔ اب اگر آسمان نیلا ہو اور سمندر بھی گہرا جس کی وجہ سے روشنی کے دو رنگ پیلا اور لال تو اوپر کی سطح میں جذب ہو جائیں گے باقی نیلا رنگ بچے گا تو یہ نیلا رنگ PHOTOPLANKTON کے CHLOROPHYLL جذب کر جاتے ہیں۔ اب سمندر ہرے رنگ کا نظر آئے گا۔ اب اس صورت میں اگر آسمان پر سفید بادل ہیں تو سفید روشنی کی REFLECTION کی وجہ سے سمندر کا رنگ ہلکا ہرا ہو جائے گا۔

سمندر میں آواز

انسان اپنی اس ارضی دنیا میں آواز سے بہت ساری معلومات اور کئی قسم کے فوائد حاصل کرتا ہے۔ آواز لہروں کی مدد سے سفر کرتی ہے چاہے یہ لہریں برقی مقناطیسی ہوں یا SAIND۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ کرۂ ارض بہت ہلکی ہواؤں پر مشتمل ہے لیکن سمندر کی دنیا بہت ٹھوس مادہ پر مشتمل ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سورج کی شعاعیں صرف سَو میٹر تک جا سکتی ہیں اور انسان کی نظر صرف ۵۰ میٹر تک یا اس سے بھی کم۔ آبدوز بھی اپنا راستہ

SONAR کے ذریعہ معلوم کرتی ہے اور وہ بھی صرف کچھ سو میل تک۔ غرض کہ سمندر کی دنیا ٹھوس مادہ پر مشتمل ہے اس وجہ سے آواز کے فوائد ہم سمندر میں حاصل نہیں کر سکتے۔

سمندر میں آواز کی رفتار بیان کرنے کے لئے جو فارمولا استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہے

V= VE/D.

WHERE E IS ADIAKATIC COMPRESSIKILITY AND D IS DENSITY.

اب یہ چیزیں منحصر ہیں درجہ حرارت، SALINITY اور دباؤ پر۔ اس لئے آواز کی رفتار ان امور کی کمی یا زیادتی ہونے کی وجہ سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

آواز کی رفتار پانی اور ہوا میں بہت مختلف ہے ان کے درمیان نسبت 1 : 4.5 ہے اور جس طرح روشنی ایک WAVE LENGTH کو پار کر کے جب دوسری WAVE LENGTH میں داخل ہوتی ہے تو اپنی سمت بدل لیتی ہے۔ یہی حال آواز کا بھی ہے۔ اور چونکہ سمندر میں کئی WAVE LENGTHS ہوتی ہیں اس لئے آواز اپنی سمت بدلتے بدلتے طاقت زائل کر دیتی ہے۔

سمندر میں پانی کی اقسام

سمندر لہروں کا مجموعہ ہے اس لئے ہم سمندر کے پانی کو افقاً تقسیم نہیں کر سکتے کیونکہ کافی فاصلہ کے بعد بہت تھوڑا سا فرق پڑتا ہے اس لئے ہم سمندر کے پانی کو عمودی طور پر تقسیم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر خطِ استوا کے قریب سمندر کے پانی کا درجہ حرارت 25°C ہوتا ہے اور سطح سمندر پر 5°C جو کہ ایک کلومیٹر گہرائی تک ہوتا ہے۔ اب ہمیں خطِ استوا سے کوئی 5000 کلومیٹرز شمال یا جنوب میں جانا پڑے گا جس جگہ کا درجہ حرارت 5°C سے کم ہو۔

سمندر کے پانی کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

تمام سمندروں کے 75٪ پانی کا درجہ حرارت 0°C سے لے کر 6°C تک ہے اور انکی SALINITY 34٪ سے 35٪ تک ہے۔

سارے سمندروں کے 50٪ پانی کا درجہ حرارت 1.3°C سے لے کر 3.8°C تک ہے اور اس پانی کی SALINITY 34.6 سے 34.8 فیصد ہے۔

سمندر کے پانی میں حل شدہ آکسیجن کی مقدار

سمندر میں صرف ٹھوس مادے ہی نہیں بلکہ کئی گیسیں بھی حل ہوتی ہیں۔ ان گیسوں میں سب سے اہم آکسیجن گیس ہے جو بہت استعمال ہوتی ہے۔ آکسیجن گیس کی مقدار ملی لیٹرز میں بیان کی جاتی ہے جو ایک لیٹر سمندری پانی میں ہوتی ہے۔ بعض دفعہ سمندر کے اوپر دس سے بیس میٹرز تک آکسیجن کی مقدار کافی ہوتی ہے اس کی اہم وجہ سمندری پودوں کی PHOTO SYNTHESIS ہے۔ لیکن سمندر کی تہہ میں آکسیجن

کی مقدار بہت کم ہوتی ہے کیونکہ وہاں کے حیوانات آکسیجن استعمال کر لیتے ہیں اور وہاں پودے نہیں ہوتے جس کی وجہ سے آکسیجن پیدا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سمندر کی تہہ میں پودے ہوتے ہی نہیں تو وہاں آکسیجن کی تھوڑی مقدار بھی کیوں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سمندر کا پانی اپنے کرنٹ کی وجہ سے اُوپر کا نیچے اور نیچے کا اُوپر ہوتا رہتا ہے اس طرح آکسیجن سمندر کی تہہ میں بھی پائی جاتی ہے۔

NORTH PACEFIC کی تہہ کے پانی میں آکسیجن کی مقدار بحرِ اوقیانوس کی نسبت بہت کم ہوتی کیونکہ PACIFIC میں OCEAN CARRANT بہت کم ہوتے ہیں۔

CARIACO اور BLACK SEA

TRANCHES میں آکسیجن بالکل نہیں ہے بلکہ ہائیڈروجن سلفائیڈ کے ذرّات پائے جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس سمندر کا پانی ایک لمبے عرصہ سے ایک ہی جگہ ٹھہرا ہوُا ہے۔

سمندری پانی کی گردش

سمندر کے پانی کی گردش کی اہم وجہ سُورج کی شعاعیں ہیں۔

اِس گردش کو دو حصّوں میں بانٹا گیا ہے ایک THERMOHALINE اور دوسری WIND-DRIVEN COMPONENT۔

THERMOHALINE گردش وہ گردش ہوتی ہے جس کی وجہ پانی کی کثافت یا درجہ حرارت کی تبدیلی ہو۔ یہ گردش ویسی ہی ہوتی ہے جیسے ہم کسی برتن میں پانی ڈال کر نیچے سے گرم کریں تو اس میں گردش ہوگی۔

سردیوں کے موسم میں شمالی بحرِ اوقیانوس کی سطح پر درجہ حرارت کم ہونے کی وجہ سے سطحِ سمندر کا پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور ٹھنڈا ہونے پر درمیانی جگہ سے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور یہ گردش THERMOHALINE کہلاتی ہے۔

سمندر میں غذائی ذخائر

انسان ہزاروں سال سے اپنی غذائی اور دوسری ضروریات سمندر سے پوری کر رہا ہے۔ لاکھوں افراد کا گزر بسر اسی سمندر پر ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق آٹھ سے دس بلین مچھلی ایک سال میں پکڑی جاتی ہے جن میں HERRING , ANCHOVIES , SARDINES اور دوسری مچھلیاں شامل ہیں۔

سمندر میں غذائیت سے بھرپور معدنیات کے ذخائر موجود ہیں۔ یہاں لاکھوں مُردہ ڈھانچوں کی بارش ہوتی رہتی ہے اور اس بارش نے سمندر کی تہہ میں غذائی معدنیات کی دبیز تہہ بچھا رکھی ہے پھر یہی نہیں بلکہ ان مُردہ اجسام پر پلنے والے بے شمار بکٹیریا کی زندگی کا دارومدار ہی ان پر ہے اور پھر یہ بکٹیریا دوسرے سمندری جانوروں کی غذا بنتے ہیں اِس طرح یہ سمندر میں زنجیرِ حیات کی ایک اہم کڑی ہیں۔ یہ غذائی معدنیات نہ صرف تہہ کے جانوروں

کے لئے ہیں بلکہ جب یہ UP WELLING
CURRANT کے ذریعہ سمندر کی اُوپر کی سطح پر پہنچتے
ہیں تو یہ اس پانی کو اور زیادہ زرخیز کر دیتے ہیں۔
یہ غذا اُوپر کی سطح پر چھوٹی مچھلیوں کی غذا بنتی ہے
اور پھر یہ چھوٹی مچھلیاں بڑی مچھلیوں کی اور آبی پرندوں
کی غذا بن جاتی ہیں۔

اِس کے ساتھ ساتھ سمندر میں کچھ ایسی مخلوق
بھی ہوتی ہے جو سمندر کی زرخیزی کو تباہ کر دیتی ہے
مثلاً CRABS, STARFISH, AND
BORRINGSNAIL وغیرہ۔ دواؤں کے استعمال
سے ہم اِس تباہی سے سمندر کو بچا سکتے ہیں نیز مچھلیوں
کے فارم قائم کر کے ہم ان کی تعداد میں بھی اضافہ کر
سکتے ہیں اور انہیں عمدہ غذا دے کر ان کی جسمانی
ساخت کو بھی بڑھا سکتے ہیں اِس طرح ہماری سالانہ
پیداوار دو ہزار سے چھ ہزار ٹن فی ایکڑ ہو گی جبکہ
آج کل سمندر کی سالانہ پیداوار ایک سو سے ڈھائی
سو پونڈ فی ایکڑ ہے۔

دوسرے ملکوں کی نسبت اِس میدان میں جاپان
نے کافی ترقی کی ہے۔ جاپان میں ۴۴ ملین پونڈ EELS
کی پیداوار ہوتی ہے جو کہ آٹھ سو فارم کی پیداوار
ہے۔

علمِ توالد و تناسل کے اصولوں سے کئی قسم کی
نئی مچھلیاں بھی سامنے آئی ہیں جو ہماری غذائی ضروریات
کو احسن رنگ میں پورا کر سکتی ہیں۔ اِن نئی اقسام میں
TROUT, SALMON, OYSTER, سے
HESRING کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ ان کی شرح
اموات بھی کم ہے اور ان کی شرح پیدائش بھی عام
مچھلیوں سے زیادہ ہے۔

سمندر میں معدنیات

سمندر نہ صرف غذائی ضروریات پوری کرتا ہے
بلکہ اس میں مچھلیوں کے علاوہ ہمارے لئے اور کئی
قسم کی معدنیات موجود ہیں جن کو ابھی ہم نے کھولا
بھی نہیں ہے۔ یہ معدنیات سمندر کے پانی میں حل شدہ
بھی ہیں اور سمندر کی تہہ میں چٹانوں کی صورت میں
بھی۔ سمندری معدنیات میں گندھک، میگنیشیم، سوڈیم،
کلورین، مرکری، سیسہ، زنک، کاپر، آیوڈین، ایلمونیم،
ٹن، ریڈیم، سونا اور فاسفورس وغیرہ ہیں۔ آیوڈین
کی بڑی مقدار سمندری گھاس پھونس جلا کر اور زمین
پر لگی ہوئی گھاس پھونس سے حاصل ہوتی ہے۔

ٹیکساس کی ایک فیکٹری سمندر کے پانی سے
ہلکی قیمتی میگنیشیم حاصل کرتی ہے۔ سمندر میں اس کی
مقدار کا اندازہ ۴ ۳/۴ ملین ٹن ایک کیوبک میل کے علاقہ
میں پایا جاتا ہے۔ یہ دھات ہوائی اور خلائی گاڑیوں
میں استعمال ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ دوائیوں میں
ٹوتھ پیسٹ اور پرنٹنگ اِنک میں بھی استعمال ہوتی
ہے۔ پھر یہی فیکٹری سمندر کے پانی سے BRONINE
حاصل کرتی ہے جو گیسولین کی صفائی کے لئے اور
دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔

ایک OCEANOGRAPHER کی ریسرچ

کے مطابق ۱۴ ملین مربع میل سمندر کی تہہ NODULES سے بھری ہوئی ہے۔ اس تہہ کی موٹائی آدھ انچ سے ایک فٹ تک یا اس سے بھی زیادہ ہے اس میں آئرن، مینگانیز، نکل، کاپر اور کوبالٹ شامل ہے۔ ان معدنیات میں سب سے اہم اور قیمتی دھات مینگانیز کی توقع 25٪ ہے۔ یہ سٹیل کی پیداوار میں استعمال ہوتی ہے اور یہ افریقہ کے سمندر میں دستیاب ہے۔

WORLD OF ATLANTIS

سطح سمندر کے بلند یا کم ہونے سے ہماری اس زمین پر بہت اثر پڑتا ہے۔ سطح سمندر بلند ہونے سے کئی ساحلی شہر زیرِ آب آجاتے ہیں اور سطح سمندر کم ہونے سے ساحل پھیل جاتے ہیں اور کئی جزائر سطح سمندر پر نمودار ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک مکمل شہر کی تاریخ موجود ہے جو زیرِ آب آگیا تھا اور اب اُس شہر کے اس زمین پر بالکل نشانات نہیں پائے جاتے۔

اس مقالے کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے:-

1- LOST WORLD
BY ALSTAIR SERVICE
2- THE WORLD OF THE OCEAN DEKTHS.
BY ROBERT SILVERBERG
3- ATLAS OF THE SEA.
BY ROBERT BARTON
4. DESERIPTIVE PHYSICAL OCEANOGRAPHY.
BY G.L.PICKARD

جن دوستوں کا چندہ ختم ہے اُن سے درخواست ہے کہ وہ بذریعہ منی آرڈر یا دستی چندہ بھجوا کر ممنون فرمائیں وی پی نہ منگوائیں کیونکہ وی پی پر چھ روپے زائد خرچ آتے ہیں۔ (مینجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان۔ ربوہ)

قرار دادِ تعزیت بر وفات حضرت سیدہ بُو زینب بیگم صاحبہ منجانب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

اراکین مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا یہ غیر معمولی اجلاس حضرت سیدہ بُو زینب بیگم صاحبہ بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی وفات (مورخہ ۲۴ راگست ۱۹۸۴ء) پر گہرے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حضرت سیدہ بو زینب بیگم صاحبہ کو حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہو ہونے کے ناطے ایک نہایت بلند اور ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کی پہلی بیگم محترمہ مہر النساء صاحبہ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی ولادت ۱۹ر مئی ۱۸۹۳ء کو ہوئی۔ "خواتینِ مُبارکہ" والے اِلہام کے ماتحت آپ خاندان حضرت مسیح موعود میں شامل ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ آپ کا رشتہ تجویز فرمایا۔ ۱۵ر نومبر ۱۹۰۶ء کو حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت مسیح موعود کی موجودگی میں آپ کا خطبۂ نکاح پڑھا۔ شادی کی تقریب ۹ر مئی ۱۹۰۹ء کو عمل میں آئی۔

حضرت سیدہ بُو زینب بیگم صاحبہ نہایت درجہ نیک اور خدا تعالیٰ کی یاد میں محو رہنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ آپ کی ذات بہت سے اعلیٰ اوصاف کی حامل تھی۔ نہایت کم گو۔ متقی۔ نفاست پسند۔ صابرہ۔ سلیقہ شعار اور منکسر المزاج خاتون تھیں۔ ملازموں سے نہایت ہمدردی اور شفقت سے پیش آتی تھیں۔

آپ کا نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ امامِ وقت کا اِنتہائی اِحترام کرنے والی تھیں۔ اپنے غیر از جماعت رشتہ داروں کے ساتھ آپ کا برتاؤ بہت اچھا تھا۔

مرحومہ موصوفہ نے اپنی یادگار تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ بیٹوں میں مکرم محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان، مکرم محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء اور مکرم محترم صاحبزادہ کرنل (ریٹائرڈ) مرزا داؤد احمد صاحب شامل ہیں۔

ہم اراکین مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ بدعا ہیں کہ وہ سیدہ مرحومہ کو اپنے خاص فضل سے نوازتے ہوئے جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کے جُملہ لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کو آپ کی جُملہ خوبیوں کا وارث بنائے۔ آمین

ہم ہیں اراکین مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ربوہ

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830

EDITOR MUNIR AHMAD JAVED SEPTEMBER 1984

بحضورِ محبوبؒ

ہر دشت ہے اُداس تو گلشن اُداس ہے
آقا تیرے فراق میں ہر تن اُداس ہے

اِس پُر گھٹن ماحول میں محبوب بِن تیرے
ہر لمحہ اُف! کہ وقت کی راگن اُداس ہے

آقا تِرا فراق ہے یا موت کا سماں!
مولا کرم! کہ رُوح کا درپن اُداس ہے

کچھ نظرِ التفات کی بارش ہو اَے کریم
ہر جی یہاں اداس ہے ہر مَن اُداس ہے

وا حسرتا ہے لَوٹتی ارماں بھری نگاہ
"طائر کے بعد اس کا نشیمن اُداس ہے"

اُتری حریمِ دِل میں تیری ذات اِس طرح
اَے ضیفِ رُوح قلب کا آنگن اُداس ہے

اندازِ دلربائی کے ہر نقش کی قسم
بے چین ہر دِوانہ ہے ساجن اُداس ہے

اَے چشمِ زار لاج! ہے ابرِ سیاہ میں ضِد
تُو ہے بہت اداس کہ ساون اُداس ہے!

سب نیم جاں ہیں منتظر عیسٰی نفس کہاں!
سانول کرشن لوٹ کہ ارغن اُداس ہے

ہر ہر قدم پہ بکھری ہے حسرت کی داستاں
دُلہا بیا! کہ شہر کا جوبن اُداس ہے

ہر لب خاموش ہے ہر چشمِ چشم نم
غازہ پریشاں ہے اگر انجمن اُداس ہے

ہے تشنگیٔ جلوہ سے ہر ذرّہ جاں بلب
"موسٰی پلٹ کہ وادیٔ ایمن اُداس ہے"

مولا "نِدَاءُ النَّصْر" کی یہ جانفزا نوید
روشن ہو خوب تر چڑھے یہ اخترِ سعید